

صبر و شکر

عَنْ صُهَيْبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ:
«عَجَبًا لَأَمْرِ الْمُؤْمِنِ إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ لَهُ خَيْرٌ وَلَيْسَ ذَلِكَ لِأَحَدٍ
إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَاءٌ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَّهُ وَإِنْ أَصَابَتْهُ
ضَرَاءٌ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَّهُ» [مسلم: ۶۴ / ۲۹۹۹]

”حضرت صہیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
مومن کا معاملہ سراسر خوشی کا باعث ہے کہ اس کا ہر کام اس کے لیے خیر
اور بھلائی کا حامل ہے۔ یہ نعمت کسی اور شخص کو نصیب نہیں ہے اگر اس کو
خوشی حاصل ہو تو وہ شکر کرتا ہے۔ یہ چیز بھی اس کے لیے نہایت بہتر اور
اچھی ہے۔ اگر اس کو تکلیف پہنچے تو اس پر وہ صبر سے کام لیتا ہے تو یہ چیز
بھی اس کے لیے بہتر ہوتی ہے۔“

مصیبت پر صبر

① عن ثابت قال سمعت انسا رضى الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم، قال:

الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُولَى - [البخارى: ۱۳۰۲]

”حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: صبر وہ ہے جو صدمے کے شروع میں ہو۔“

② عن عبد الله بن مسعود رضى الله عنه قال، قال النبي صلى الله عليه وسلم:

لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَطَمَ الْخُدُودَ وَشَقَّ الْجُيُوبَ وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ - [البخارى: ۱۲۹۴]

”عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جس نے اپنے رخساروں پر طما نچے رسید کیے، گریباں پھاڑ دیے اور جاہلیت کی سی پکار پکارنے لگا وہ ہم مسلمانوں میں سے نہیں۔“

③ عن ابی موسی رضى الله عنه قال ان رسول الله صلى الله عليه وسلم:

بَرِيٌّ مِنَ الصَّالِقَةِ وَالْحَالِقَةِ وَالشَّاقَةِ - [البخارى: ۱۲۹۶]

”ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ

چلا کر رونے والی، سر منڈوانے والی اور گریبان پھاڑنے والی سے بری اور بیزار ہیں۔“

④ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب زید بن حارثہ، جعفر بن ابی طالب اور عبد اللہ بن رواحہ کی شہادت کی خبر

آئی تو نبی ﷺ کے چہرہ مبارک پر غم کے آثار نمایاں نظر آ رہے تھے۔ میں بھی دروازے کی شکاف سے دیکھ رہی تھی۔

آپ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک آدمی آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی عورتیں رو رہی ہیں۔ تو آپ

ﷺ نے اسے حکم دیا کہ وہ انھیں روکے۔ وہ آدمی گیا پھر واپس آ گیا اور کہنے لگا: میں نے انھیں روکا ہے مگر وہ باز نہیں

آتیں۔ تو آپ ﷺ نے دوبارہ اس کو انھیں روکنے کے لیے بھیجا وہ گیا پھر واپس آ گیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ وہ

ہم پر غالب آ گئی ہیں۔ تو نبی ﷺ نے فرمایا: فَاحْشِكْ فِي أَفْوَاهِهِنَّ التُّرَابَ کہ ان کے منہ میں مٹی ڈالو۔ تو میں نے

کہا اللہ تیری ناک کو خاک آلود کرے نہ ہی تو وہ کام کرتا ہے جس کا تجھے آپ ﷺ حکم فرما رہے ہیں اور نہ ہی آپ کو

تکلیف دینا چھوڑتا ہے۔ [البخاری: ۱۲۹۹]

فہرست

1	صبر و شکر	جواہر پارے ❁
2	مصیبت پر صبر	کلمۂ طیبہ ❁
5	نیت (حافظ احمد شاکر)	اداریہ ❁
7	لغوی تفسیر کے قواعد و ضوابط.....❁ (حافظ محمد شہباز)	علوم تفسیر ❁
13	التاسیس فی مسئلۃ التذلیس.....❁ (حافظ زبیر علی زئی)	علوم حدیث ❁
20	غامدی فکر کا تجزیاتی مطالعہ.....❁ (محمد موسیٰ بھٹو)	حجیت حدیث ❁
25	جامع بخاری کی ایک حدیث کا انکار (عطا محمد جموعہ)	حجیت حدیث ❁
28	اشیخ محمد بن صالح العثیمینؒ (مرزا صفیر احمد مغل)	یاد رفتگان ❁
31	قاری محمد ادریس (انس احمد)	یاد رفتگان ❁
33		تبصرۂ کتب ❁
34		اطلاعات و اعلانات ❁
35	قرآنی رباعیات (عبدالعزیز خالد)	شعر و ادب ❁

مصیبت پر صبر

﴿الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا
إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۝ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَ
رَحْمَةٌ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْتَخُونَ﴾

[البقرة: ۱۵۶، ۱۵۷]

”وہ لوگ جنہیں اگر کوئی مصیبت پہنچے تو وہ انسا للہ وانا
الیہ راجعون کہتے ہیں۔ یعنی ہم اللہ تعالیٰ کے غلام ہیں
اور اسی کی طرف لوٹ کر جائیں گے۔ ان لوگوں پر اللہ
تعالیٰ کی مہربانیاں اور اس کی رحمت ہوگی اور یہی لوگ
ہدایت یافتہ ہیں۔“

اللہ پر توکل اور بھروسہ

﴿لَوْ أَنكُمْ تَسَوَّعْتُ لُؤْلُؤًا عَلَى اللَّهِ حَقَّ تَوَكُّلِهِ لَرَزَقَكُمْ كَمَا
يُرْزَقُ الطَّيْرُ تَغْدُو خِمَاصًا وَتَرُوحُ بِطَانًا﴾

[الترمذی: ۲۳۴۴]

”اگر تم اللہ تعالیٰ پر اس طرح توکل کرو جس طرح اس پر توکل
کرنے کا حق ہے تو تم کو اس طرح رزق پہنچائے گا جس طرح
پرندوں کو رزق عنایت فرماتا ہے۔ صبح کو خالی پیٹ گھونسلوں
سے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر اپنے گھونسلوں کی طرف
واپس لوٹتے ہیں۔“

26 جنوری تا 1 فروری 2007ء..... (40)..... 7 محرم الحرام 1427ھ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو یوں دعا کرتے سنا:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ بِاَنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ
لَّهٗ کُفُوًا اَحَدٌ۔

”اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو وہ اللہ تعالیٰ ہے کہ تیرے بغیر کوئی معبود نہیں، تو ایک ہے، بے نیاز ہے جس نے
نہ کسی کو جنما اور نہ وہ کسی سے جنما کیا اور نہ ہی اس کی برابری کا کوئی ہے۔“

تو آپ ﷺ نے فرمایا اس شخص نے اللہ تعالیٰ سے اس کے اسم اعظم کے ساتھ دعا کی جس کے ذریعے اگر اس سے مانگا جائے تو
دے دیتا ہے اور اگر دعا کی جائے تو قبول فرماتا ہے۔

نیت

اداریہ ————— حافظ احمد شاہ

متواتر کے درجہ تک پہنچنے والی صحیح بخاری شریف کی معروف پہلی حدیث نیت کے بارے میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے۔“ دین و دنیا کے اعمال میں یہ حدیث مبارکہ ایک ایسی کسوٹی اور زریں اصول ہے کہ اس حدیث شریف پر ایمان رکھنے والے مسلمان کو اپنے اعمال کے بارے میں کسی دوسرے شخص سے سوال کرنے کی ضرورت ہی نہیں رہتی کہ اس حدیث شریف کو سامنے رکھتے ہوئے ہر انسان اپنے اعمال کے بارے میں اپنے دل سے ان کے خیر اور شر ہونے کی راہ نمائی پاسکتا ہے۔

نبی رؤوف ورحیم ﷺ نے تو یہاں تک فرمایا کہ جو مسلمان اپنے اہل و عیال کے لیے اس نیت سے رزق کماتا اور شرعی فریضہ سمجھتے ہوئے ان کو کھلاتا ہے اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس کمانے اور کھلانے کا ثواب بھی اس کو عطا فرماتا ہے۔

یہ بات اس لیے یاد آگئی کہ وطن عزیز کی سیاست میں آج کل ایک بھونچال کی کیفیت طاری ہے۔ حکمران حکمرانی پر گرفت کا مقصد وطن عزیز یا عوام کی ترقی و بھلائی قرار دیتے ہیں۔ لیکن نتیجہ جب دیکھا جاتا ہے تو

وطن عزیز میں دین، اس کے منافع..... مساجد و مدارس..... اس کے طلباء، علماء کا گھیراؤ اور ان پر تسلط کی کوششیں، دینی تعلیمات میں رخنے اور دخل اندازی، دینی اقدار کے مظاہر..... پردہ حیا، حلال و حرام..... کا بڑھتا ہوا فقدان، امریکا کی اطاعت و در یوزہ گری اور مرعوبیت، بھارت سے اس حد تک دوستی کہ ہندو تہوار..... بسنت وغیرہ کا..... کا ڈنکے کی چوٹ پر اہتمام، مخلوط محافل کی کثرت، مسئلہ کشمیر پر معذرت خواہانہ انداز، خوشنودی آقا کی خاطر برسوں سے محفوظ مغربی سرحد پر عساکر پاکستان کی تعیناتی کے کثیر اخراجات، عوام کے نکتہ نظر سے بے روزگاری، خوفناک مہنگائی، تجارت کا غیر ملکیوں کی طرف بہاؤ، معیشت کی بائیں طور تباہی کہ زراعت و صنعت میں ریڑھ کی ہڈی بجلی اور گیس کے زخموں میں ہوش ربا اضافہ، اقتدار کی راہداریوں تک پہنچنے والوں کے لیے غیر ترقیاتی اخراجات کی فراہمی، بینکوں کے ذریعہ لیز پر گاڑیوں کا سیلاب اس ضمن میں تیل کے بڑھتے ہوئے بے پناہ اخراجات پھر تیل کی وہ خوردہ قیمت جو کہ ۸۲ ڈالر فی بیرل کے وقت تھی جب کہ تیل اس وقت ۵۲ ڈالر فی بیرل ہو چکا ہے۔ ان تفصیلات کو اگر مذکورہ بالا حدیث رسول ﷺ کی روشنی میں دیکھا جائے تو فیصلہ ظاہر پر ہی ہوتا ہے۔

جب کہ سیاست دان یہ کہتے ہیں کہ حکمرانوں کے جانے کا وقت آ گیا ہے لہذا ان کو جانا چاہیے اس لیے کہ وطن عزیز کو ”جمہوریت کی ضرورت“ ہے وہ وطن کے تمام مسائل کے لیے جمہوریت کو ہی گدڑ سنگھی کہتے ہیں۔ جب کہ دیکھا جائے تو جمہوریت کی نمو کے لیے دواہم اور معروف سیاسی جماعتوں نے ایک میثاق جمہوریت تشکیل دیا جس میں شامل سیاسی جماعتوں کے مداحین اور قوال اس کے تعریف و توصیف میں زمین و آسمان کے قلابے ملاتے رہے یہاں تک کہ میثاق کے ایک فریق نے حقوق نسواں پر اپنے فکر کا کھل کر..... یعنی اس کی حمایت کا برملا..... اظہار کر دیا اور دوسرے فریق نے جس کے خمین ان کی قدرے اسلام پسندی کے باعث ان کو ووٹ دیتے ہیں، کی اکثریت نے بھی اس حیا باختہ قانون کی کھل کر مخالفت صرف اس لیے نہ کی کہ مبادیہ مخالفت جمہوریت کے لیے بریکر نہ بن جائے۔ لیکن

اس بیشاق کو جب مفادات کی آنچ پہنچتی ہے تو اس کے الفاظ غائب ہونے اور کاغذ جھلٹے جھلٹے اذکار رفتہ ہو جاتے ہیں۔ اور پھر اس بیشاق کی بجائے نئے سیاسی رابطے، مشورے، اتحاد اور اے پی۔ سی کا اہتمام کیا جاتا ہے جس میں شمولیت کے لیے ہر سیاسی جماعت اور اس کے سربراہ اپنے اپنے تحفظات رکھتے ہیں۔

پھر انہی لیڈروں نے اکبر گپٹی کی ہلاکت، باجوڑ پر امریکی حملے اور حدود آرڈیننس کے عنوانات پر جمہوریت کی برآمدگی کے لیے استغنے کے طریق کار خصوصاً حقوق نسواں آرڈیننس کی منظوری کی صورت میں استغفوں کا اعلان کر دیا لیکن اسمبلیوں کی رکنیت کا بیڑا چھوڑنے کا حوصلہ کوئی بھی نہ کر سکا۔ سیاست آلود مذہبی، یا مذہب آلود سیاسی جماعتوں کے قائدین ہر جلسے اور ہر اجتماع میں دھواں دار تقریریں کرتے اور وطن عزیز میں..... اقتدار ملنے کے بعد..... نفاذ اسلام کے وعدے سے لوگوں کو بہلاتے ہیں لیکن نہ حقوق نسواں کے قانون کی منظوری نے انھیں کوئی کچوکا لگایا اور نہ ہی میرا تھن ریس کے آگے وہ کوئی بند باندھ سکے، میرا تھن ریس روکنے کے لیے ہنگامہ بپا کرنا کوئی طریق کار نہیں، مسلمان عوام کو مخلوط مجالس کے مضمرات سے آگاہ کیا جائے۔ جس کا پہلا سبق علماء کا اپنی محافل و تقریبات میں اس سے مکمل اجتناب کرنا اور حیاء و پردہ کا اہتمام کرنا ہے۔ اور ایمان کی تیسری صورت یہ ہے کہ عوام کو اس کے دیکھنے سے فکری طور پر متفر کیا جائے۔ لیکن ان دینی راہنماؤں نے عوام کو کیا راہ نمائی دی۔

بعض اہل نظر کا کہنا یہ ہے کہ اکثر سیاستدانوں اور لیڈروں کی اس ہماہمی اور تگ و دو کا مقصد جمہوریت ہے اور نہ ہی اسلام! ان کا مقصد صرف اقتدار ہے کہ وہ کسی بھی طریقے سے مل جائے، وہ ڈھیل سے مل جائے یا ڈیل سے، کسی کو حوالہ زنداں کرنے سے مل جائے اور چاہے کسی کو صرف ”حوالہ“ کرنے سے۔ حتیٰ کہ اگر کوچہ یار..... امریکا..... میں سر کے بل بھی جانا پڑے تو اس سے بھی دریغ نہ کیا جائے۔ اب غور کرنا چاہیے کہ جب سیاسی جماعتوں، کسی ایک سیاسی جماعت یا کسی سیاسی جماعت کے سربراہ کا انداز فکر یہ ہو جائے تو پھر اہل نظر ہی کی بات صحیح لگتی ہے کہ مقصد صرف اقتدار ہی نظر آتا ہے۔

افسوس یہ ہے کہ وطن عزیز کے جس نظریے..... نظریہ پاکستان..... کا راگ ہر سیاسی بزرگوار اور اس کا دم بھرتا ہے وہ نظریہ یا اس نظریے کا مخلصانہ نفاذ کسی کی نیت ہی میں نہیں اس لیے اس کے حلقوم سے اوپر کے یہ نعرے کیسے کوئی نتیجہ برآمد کریں گے کہ جب کسی کی نیت ہی نہ ہو۔

مسلم امہ کی ضرورت

میرا تھن دوڑ کا افتتاح کرتے ہوئے جناب صدر نے اپنی ”خوش خیالی“ کا بہت فاتحانہ انداز میں تذکرہ کرتے ہوئے ”بسنٹ ضرور منانے“ کا اعلان بھی کیا۔ جب کہ عدالت عظمیٰ کے فیصلہ کے برعکس کوئی اعلان اس عدالت کی عظمت کے منافی ہے۔ خصوصاً صدر مملکت کے مقام سے بہت ہی فروتر۔ لیکن اس اعلان کے بعد حکومت کے تمام ہمنوا اور سازندے اس کی تائید کرنے اور بسنٹ کا دم بھرنے لگ گئے۔ ہمیں حیرانگی بلکہ افسوس تو ان سرکاری عہدے داروں پر ہے جو اپنے خاندانی دینی تشخص بلکہ اسلام و علمائے اسلام کی خدمت کا سنہری ماضی رکھتے ہیں کہ وہ بھی ”قانون ضرورت“ سے مغلوب ہو کر بسنٹ جیسے واہیات اور قاتل تہوار کی تائید کرتے ہیں۔ اخبارات کے مطابق سات سال میں ۲۳۵ انسانانی جانیں اس ظالم تہوار کی بھیڑ چڑھ چکی ہیں لیکن حکومت ہے کہ وہ یہ بسنٹ منانے پر اڑی ہوئی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں اس رسم بد کی سرکاری سرپرستی میں اجراء اور اس کو رواج دینا جناب میاں نواز شریف کی سینات میں سے ہے۔ موجودہ حکم رانوں کو میاں نواز شریف کی کیا صرف یہی ادا پسند آئی؟ اللہ کے غضب سے ڈریں یہ ”جشن بہاراں“ تو قوم کو طواؤس و رباب کی طرف لے جا رہا ہے جب کہ مسلم امہ کو اس وقت شمشیر و سناں کی ضرورت ہے۔

لغوی تفسیر کے قواعد و ضوابط

حافظ محمد شہباز

”علم دو طرح کا ہے: یا تو نبی کی طرف سے سچی (صحیح) روایت کے ساتھ منقول ہو یا جس قول کی دلیل معلوم ہو۔ ان دونوں قسموں کے علاوہ جو کچھ ہے کھوٹا سکہ ہے اور پھینک دیے جانے کے لائق، اور یا پھر ایسی چیز ہوگی جس کے کھرے کھوٹے ہونے کا فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔“

”نقل ثابت“ اور ”قول علیہ دلیل معلوم“ کی روشنی میں سلف صالحین اور علماء متقدمین نے لغت سے قرآن کی تفسیر کرنے کے قواعد بیان کیے ہیں۔ عربی لغت سے تفسیر القرآن میں انحراف سے محفوظ رہنے کے لیے ان قواعد و ضوابط کی پاسداری کرنا ضروری ہے۔

فصل اول:

مشہور اور زیادہ فصیح معنی کو ترجیح

لغت سے تفسیر القرآن کا ایک قاعدہ یہ ہے:

بمقتضى اللغة يراعى المعنى الأغلب والأشهر والأفصح دون الشاذ أو القليل -

”شاذ اور قلیل الاستعمال معنی کی بجائے اغلب، زیادہ مشہور اور زیادہ فصیح معنی کو جس کا لغت تقاضا کرتی ہو، ترجیح دی جاتی ہے۔“ [قواعد التفسیر: ۱/۲۱۳]

اس کی وجہ یہ ہے کہ جب قرآن عرب کی سب سے فصیح اور مشہور لغت میں نازل ہوا ہے تو اس کی تفسیر میں شاذ معانی کو ترجیح

قرآن مجید عربی مبین میں نازل ہوا ہے۔ اس کو سمجھنے کے لیے عربی زبان کا جاننا از بس ضروری ہے۔

تفسیر القرآن کے مشہور قاعدے

التفسير إما بنقل ثابت أو رأى صائب وما سواه ما فباطل -

”قرآن کی تفسیر ”نقل ثابت“ اور صائب رائے سے کی جاتی ہے۔ ان کے علاوہ سب طریقے باطل ہیں۔“

”نقل ثابت“ کے تحت علماء نے پانچ چیزیں ذکر کی ہیں جو کہ قرآن و سنت، اقوال صحابہ و تابعین اور لغت میں منحصر ہیں۔ [خالد بن عثمان السبیت: قواعد التفسیر: ۱/۱۰۶، ط: ۱، ۱۴۲۱ھ۔ دار ابن

عغان، الجیزہ مصر]

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے جب تفسیر القرآن اور قواعد کلیہ وغیرہ کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے لکھا:

والعلم إما بنقل مصدق عن معصوم وإما قول

علیہ دلیل معلوم وما سوى هذا إما ما مزيف مردود

وإما موقوف لا يعلم أنه بهرج ولا منقود - [امام

ابن تیمیہ، مجموع فتاویٰ: ۱۳/۳۲۹-۳۳۰، مرتبہ:

عبد الرحمان بن محمد بن قاسم العاصمی النجدی

والحنبلی، ط: ۱، ۱۳۹۸ھ۔ ملک فہد بن عبد العزیز آل

سعود، سعودی عرب]

نہیں دی جائے گی۔ تفاسیر القرآن میں مفسرین نے زیر بحث قاعدہ کو مختلف مقامات پر واضح کیا ہے۔

مثال نمبر (۱):

ابن جریر طبری رحمہ اللہ آیت ﴿لَا يَسْذُوقُونَ فِيهَا بَرْدًا وَلَا شَرَابًا﴾ [النبا: ۲۴] کے ”وہ نہ تو وہاں کوئی ٹھنڈک کا مزہ چکھیں گے اور نہ کسی (ٹھنڈے) مشروب کا.....“ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

بعض علماء نے کلام عرب سے استشہاد کرتے ہوئے یہاں ”بردا“ سے مراد ”نیند“ لی ہے۔ اس طرح آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ وہ (جہنمی) نہ تو وہاں نیند چکھیں گے اور نہ کوئی پینے کی چیز..... نیند اگرچہ پیاس کی شدت کو ٹھنڈا (کم) کر دیتی ہے اسی وجہ سے اس کو ”برد“ کہا جاتا ہے۔ لیکن یہ لفظ ”نیند“ کے لیے معروف نہیں ہے، آگے لکھتے ہیں:

وتأويل كتاب الله على الأغلب من معروف

كلام العرب دون غيره - [ابو جعفر محمد بن جرير

الطبري، جامع البيان في تفسير القرآن (تفسير الطبري):

۹/۳۰، ط: ۳، ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸م دار المعرفة بيروت، لبنان]

”کتاب اللہ کی تفسیر کلام عرب سے معروف اور مشہور معنی

سے کی جائے گی نہ کہ اس کے علاوہ (شاذ اور نادر الاستعمال

معانی) سے۔“

مزید براں ”بردا“ کا معنی ”نیند“ قرار دینا سیاق و سباق کے لحاظ سے بھی درست نہیں کیوں کہ زیر تشریح آیت سے بعد والی آیت میں ﴿إِلَّا حَمِيمًا وَغَسَّاقًا﴾ [النبا: ۲۵] کا استثناء موجود ہے۔ اس استثناء میں دو الفاظ (بردا، شرابا) کے مقابلے میں دو الفاظ (حمیم، غساقا) آئے ہیں۔ اہل جہنم کی بردا (ٹھنڈک) کی بجائے حمیم (کھولتا ہوا پانی) اور شرابا کی بجائے غساقا (پپ) سے ”تواضع“ کی جائے گی۔

غساقا کے بارے میں ابن جریر لکھتے ہیں:

غساق میرے نزدیک فعال کے وزن پر ہے جب آنسو بہتے ہیں تو عرب کہتے ہیں: ”غسقت عين فلان“ اسی طرح زخم سے جب پپ بہہ نکلتی ہے تو کہتے ہیں: ”غسق الجرح“ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ﴾ [الفرقان: ۳] رات کو غاسق اس وقت کہا جاتا ہے جب وہ اشیاء میں تلپیس پیدا کرتی ہے اور ان کو ڈھانپ لیتی ہے۔ گویا وہ چیزوں پر سیلاب رواں کی طرح ہجوم کرتی ہے۔ جب غساق کو بننے والی چیز قرار دیا گیا ہے تو اس سے یہ کہنا لازم آتا ہے کہ جس چیز کا وعدہ کفار سے کیا گیا ہے اس سے یہ مراد ہے کہ ان کو بتایا گیا ہے کہ وہ آخرت میں ایسا مشروب پئیں گے جو جہنم کی زمہریر (ٹھنڈک) سے بہہ رہا ہوگا جو کہ ٹھنڈک کی شدت اور بدبو کا امیزہ ہوگا۔ جیسا کہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

لو أن دلوًا من غساق يهراق إلى الدنيا لانتن أهل

الدنيا - [تفسير الطبري: ۱۰ / ۳۰]

”اگر غساق کا ایک ڈول دنیا کی طرف انڈیل دیا جائے تو

تمام اہل دنیا بدبو میں لت پت ہو جائیں۔“

مثال نمبر (۲):

بنی اسرائیل کے تابوت (صندوق) کے بارے میں اللہ تعالیٰ

نے فرمایا کہ اس کو فرشتے اٹھا کر لائیں گے۔ آیت کریمہ کے الفاظ

ہیں: ﴿تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ﴾ [البقرة: ۲۴۸]

اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ فرشتے خود اٹھا کر لائیں گے اور

ان کے سامنے رکھ دیں گے۔ بعض مفسرین نے اس کا مطلب یہ

بیان کیا ہے کہ جن جانوروں نے صندوق اٹھایا تھا ان کو فرشتے ہانک

کر لائیں گے۔ پہلا موقف ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ہے اور اسی کو بہت

سے مفسرین نے اختیار کیا ہے۔ ابن جریر طبری یہ دونوں موقف ذکر

کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

دونوں اقوال میں سے صحیح بات اسی کی ہے جس نے کہا کہ

تاہم کوفر شتے خود اٹھا کر لائیں گے اور اس کو بنی اسرائیل کے سامنے طاوت کے گھر میں رکھ دیں گے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ﴿تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ﴾ ”اس کوفر شتے اٹھائیں گے۔“ فرمایا ہے۔ یہ نہیں کہا کہ تاتی بہ الملائکہ ”اس کوفر شتے لائیں گے۔“ جس کو نبیل گائے کھینچ کر لائیں اگرچہ فرشتے ہی ان کو ہانک رہے ہوں تو ان کے اٹھانے والے شمار نہیں ہوں گے کیوں کہ ”الحمل“ کا لفظ معروف ہے۔ کسی چیز کو بنفس نفیس اٹھانا حمل کہلاتا ہے۔ اگرچہ اٹھانے والے کی مدد کرنے اور اٹھانے کا سبب بننے کے معنی میں بھی حمل کا لفظ بولا جاتا ہے مگر عرف عام میں یہ اس طرز پر اٹھانا نہیں ہے کہ جس طرح ایک شخص خود کسی چیز کو اٹھاتا ہے۔ ابن جریر لکھتے ہیں:

وتوجيه تأويل القرآن إلى الأشهر من اللغات

أولى - [تفسير الطبري: ٢/ ٣٨٩]

”تفسير القرآن میں زیادہ مشہور لغت (معنی) سے توجیہ کرنا

اولیٰ (قابل ترجیح) ہے۔“

اس تفصیل کی روشنی میں مذکورہ بالا آیت کی یہ تفسیر مرجوح قرار دی جائے گی: ”سموئیل نے طاوت کے انتخاب کے خدائی انتخاب ہونے کی نشانی یہ ٹھہرائی کہ اس کے بعد تاہم تہارے پاس فرشتوں کی مدد سے آپ سے آپ آجائے گا۔ چنانچہ ان کی یہ پیشین گوئی پوری ہوئی اور فلسطینیوں نے اس صندوق کو ایک گاڑی پر رکھ کر اس کو بنی اسرائیل کے علاقے کی طرف ہانک دیا۔ تاہم تاہم کی گاڑی کا بغیر کسی گاڑی بان اور بغیر کسی محافظ اور وہ بھی دو ایسی گائیوں کے ذریعے سے جن کے دودھ پیتے بچے گھروں پر روک لیے گئے تھے، اس طرح بغیر دہنے بائیں مڑے ٹھیک منزل پر پہنچ جانا ایک ایسا واقعہ ہے جو کروبیوں کی رہنمائی اور فرشتوں کی مدد سے ہی ہو سکتا ہے۔ اسی چیز کو تحملہ الملائکہ کے الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ [امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن: ١/ ٥٢٨ - ٥٢٩، ط: ٣، ١٩٧٦ء - انجمن خدام القرآن، سمن آباد - لاہور]

”تعبیر کیا گیا،“ کہنے کی ضرورت نہیں تھی کیوں کہ الحمل کا

حقیقی، بنیادی اور مشہور معنی مراد لینے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ محض کسی بنی اسرائیلی روایت کی بنیاد پر لفظ کا حقیقی معنی نہیں چھوڑا جاسکتا۔

مثال نمبر (۳):

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ﴾

[آل عمران: ٢٧]

”اور تو مردے سے زندہ کو اور زندہ سے مردے کو نکالتا ہے۔“

اس آیت کی تفسیر میں ابن جریر نے مفسرین کے تین موقف اور ان کے دلائل بیان کیے ہیں، تین موقف مندرجہ ذیل ہیں:

(۱)..... اللہ تعالیٰ زندہ چیز کو مردہ نطفے سے نکالتا (پیدا کرتا)

ہے۔ اور مردہ نطفے کو زندہ چیز سے نکالتا ہے۔“

ب..... اللہ تعالیٰ کھجور سے گٹھلی اور گٹھلی سے کھجور، بالی دانے

سے اور دانہ بالی سے، اور انڈہ مرغی سے اور مرغی انڈے سے نکالتا ہے۔“

ج..... اللہ تعالیٰ مومن سے کافر اور کافر سے مومن پیدا کرتا ہے۔

طبری نے پہلے موقف کو ترجیح دیتے ہوئے لکھا ہے:

”اللہ تعالیٰ زندہ انسان، جانوروں اور چوپاؤں کو مردہ نطفوں

سے پیدا کرتا ہے۔ یہ زندہ کا مردہ سے نکلتا ہے۔ مردہ نطفہ زندہ

انسان، اور زندہ جانوروں اور چوپاؤں سے نکلتا ہے یہ مردہ کا زندہ

سے نکلتا ہے۔“

دوسری اور تیسری تفسیر کے بارے میں طبری لکھتے ہیں:

فإن ذلك وإن كان له وجه مفهوم فليس ذلك

الأغلب الظاهر في استعمال الناس في الكلام

وتوجيه معاني كتاب الله عز وجل إلى الظاهر

المستعمل في الناس أولى من توجيهها إلى

الخفي القليل في الاستعمال -

[تفسير طبري: ٣/ ١٤٩ - ١٥١]

”اگرچہ یہ تفسیر بھی ایک پہلو سے درست معلوم ہوتی ہے مگر یہ لغت عرب کے ظاہر اور مشہور استعمال کے مطابق نہیں ہے۔ کتاب اللہ کے معانی کی توجیہ ظاہر اور اہل لغت کے ہاں مستعمل مفہوم سے کرنا اس توجیہ سے قابل ترجیح ہے جو کہ پوشیدہ اور قلیل الاستعمال مفہوم کی بنیاد پر ہو۔“

مثال نمبر (۴):

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ۚ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ ۖ إِلَّا أَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَةً﴾ [آل عمران: ۲۸]

”اہل ایمان مومنوں کے برخلاف کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں اور جو ایسا کریں گے تو اللہ تعالیٰ سے ان کو کوئی تعلق نہیں مگر یہ کہ تم ان سے بچو جیسا کہ بچنے کا حق ہے۔“

﴿إِلَّا أَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَةً﴾ کی تفسیر میں ابن جریر لکھتے ہیں:

”ہاں اگر تم ان کی سلطنت میں رہ رہے ہو (تم ان کی رعایا ہو اور غلبہ ان کا ہو) اور تمہیں اپنی جان کا خطرہ ہو تو ان (کفار) سے دوستی کا اظہار کرو، ان سے تمہیں جو دشمنی ہے اس کو چھپالو، کفر میں ان سے موافقت نہ کرو اور کسی مسلمان کے خلاف عملاً ان کی مدد نہ کرو۔“

دوسری تفسیر قنادہ کی ہے کہ اگر تمہاری کسی کافر سے رشتہ داری ہو تو اس سے صلہ رحمی کرو۔

ابن جریر کہتے ہیں قنادہ نے جو بات کی ہے وہ اپنی جگہ درست ہے مگر آیت ﴿إِلَّا أَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَةً﴾ بظاہر اس پر دلالت نہیں کرتی۔ اس آیت کا ظاہری اور مشہور معنی یہ ہے کہ اگر تمہیں ان سے خوف ہو (تو بظاہر دوستی کا اظہار کر سکتے ہو) جس تقیہ کا ذکر اللہ تعالیٰ نے کیا ہے وہ تقیہ کسی اور سے نہیں بلکہ کفار سے ہے۔

قنادہ نے یہ تفسیر اختیار کی ہے کہ ”مگر تم اس قربابت کی وجہ سے

جو تمہارے اور ان کے درمیان ہے اللہ تعالیٰ سے ڈرو جیسا کہ ڈرنے کا حق ہے۔“ یہ کلام (آیت) کا اکثری اور اعلیٰ معنی نہیں ہے۔

والتأويل في القرآن على الأغلب الظاهر من معروف كلام العرب المستعمل فيهم - [تفسير

طبری: ۱۵۲/۳، ۱۵۳]

”قرآن کی تفسیر عربوں میں مستعمل اور معروف کلام عرب سے کی جاتی ہے جو مشہور اور زیادہ ظاہر ہو۔“

علامہ شامی مفسر محمد جلال الدین قاسمی لکھتے ہیں:

جب ایک کلام سے دو مفہوم نکلتے ہوں، کلام کا ایک مفہوم زیادہ واضح اور سیاق و سباق کے زیادہ مطابق ہو تو اس کو اسی پر محمول کرنا زیادہ بہتر ہے..... اصول یہ ہے:

فالقاعدة في ذلك ان يحمل القرآن على أصح المعانى وأفصح الأقوال فلا يحمل على معنى ضعيف ولا على لفظ ركيك - [محمد جمال الدين القاسمي، محاسن التأويل (تفسير القاسمي): ۱/ ۲۶۲،

ط: ۲، ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء، دار الفكر، بيروت]

”اس سلسلے میں قاعدہ یہ ہے کہ قرآن کو سب سے صحیح معانی اور فصیح ترین اقوال پر محمول کیا جائے، اس کو کمزور مفہوم اور ضعیف لفظ پر محمول نہیں کیا جائے گا۔“

فصل دوم:

قرآن امی لوگوں سے مخاطب ہوا

اسی بات کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کی عبارات کا مفہوم لیا جائے۔ قرآن مجید چوں کہ عربی زبان میں نازل ہوا ہے اس لیے اس کی تفسیر میں لغت عرب، اس کے الفاظ اور اسالیب کا اعتبار کیا جائے گا اور تفسیر کرتے وقت یہ بات ملحوظ رکھی جائے گی کہ قرآن امی لوگوں سے مخاطب ہوا ہے۔ ان سے مخاطب ہونے کے معروف انداز کی معرفت ضروری ہے۔ قرآن کے اولین مخاطب عرب بالخصوص اہل

ملکہ کا امی ہونا منصوص ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ﴾ [الجمعة: ۲]

”وہی (اللہ) ہے جس نے امی لوگوں میں سے ایک رسول انہیں میں سے مبعوث فرمایا۔“

حدیث نبوی ہے:

إِنِّي بُعِثْتُ إِلَى أُمَّةٍ أُمِّيَّةٍ - [ابو عیسیٰ محمد بن

عیسیٰ ترمذی، جامع ترمذی، أبواب القراءات ۴۳،

باب ما جاء أنزل القرآن على سبعة أحرف: ۹]

”میں اس امت کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں جو کہ امی لوگوں کی امت ہے۔“

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّا أُمَّةٌ أُمِّيَّةٌ لَا نَكْتُبُ وَلَا نَحْسِبُ الْكُتُبَ هَكَذَا

وَهَكَذَا» [ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری:

صحيح بخاری، كتاب الصوم: ۳۰، باب قول النبي لا

نكتب ولا نحسب: ۱۳]

”ہم امی امت ہیں نہ لکھتے ہیں اور نہ حساب جانتے ہیں مہینہ اس

طرح ہوتا ہے اور اس طرح ہوتا ہے۔“ یعنی انہیں اور تیس کا۔

قرآن مجید میں ہے:

﴿وَمَا كُنْتُمْ تَتْلُوا مِنْ قَبْلِهِ مِنْ كِتَابٍ وَلَا تَخُطُّهُ

بِيَمِينِكُمْ إِذَا لَارْتَابَ الْمُبِطُونَ﴾ [العنکبوت: ۴۸]

”آپ (اے نبی ﷺ) اس سے پہلے کوئی کتاب نہ پڑھتے

تھے اور نہ اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے کہ باطل لوگ شک کرتے۔“

ان امی لوگوں کے ہاں مستعمل معروف اسلوب سے ہی

قرآن مخاطب ہوا ہے۔ اس سلسلے میں قاعدہ یہ ہے:

تحمل نصوص الكتاب على معهود الأميين في

الخطاب - [قواعد التفسير: ۲۱۷/۱]

”قرآن مجید کی عبارت کو کلام میں امی لوگوں کے ہاں

معروف انداز پر محمول کیا جائے۔“

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

بل الواجب ان تعرف اللغة والعادة والعرف الذي

نزل في القرآن والسنة، وما كان الصحابة

يفهمون من الرسول عند سماع تلك الألفاظ

فبتلك اللغة والعادة والعرف خاطبهم الله

ورسوله - [مجموع فتاوى: ۱۰۶/۷]

”ضروری ہے کہ اس لغت اور عرف و عادت کی معرفت

حاصل کی جائے جس میں قرآن و سنت کا نزول ہوا ہے،

رسول اللہ ﷺ سے الفاظ سن کر جو مفہوم صحابہ سمجھتے تھے اسی

لغت اور عرف و عادت کے مطابق اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول

ان سے مخاطب ہوئے۔“

اس بنیاد پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ شریعت اسلامیہ کو سمجھنے، اور اس

کے اوامر و نواہی جاننے کے لیے سائنسی علوم، انجینئرنگ، منطق،

فزکس اور ریاضی وغیرہ دیگر علوم کی ضرورت نہیں۔

ابو اسحاق شاطبی لکھتے ہیں:

مكلف لوگوں سے ہم کلام ہونے کے انداز پر اگر آپ غور

کریں تو آپ کو یہ انداز آسان اور واضح نظر آئے گا جس میں کسی قسم

کی پیچیدگی نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے جب دلائل توحید بیان کیے تو ان امور کی طرف

توجہ مبذول کروائی جن کو سبھی جانتے، پہچانتے ہیں۔ جیسے آسمان،

زمین، پہاڑ، بادل اور نباتات وغیرہ.....

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے جب جنت کی نعمتوں کا تذکرہ فرمایا تو

ان اصناف کا ذکر کیا جو لوگوں کے ہاں دنیا میں معروف تھیں جیسا کہ

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَأَصْحَابُ الْيَمِينِ ۖ مَا أَصْحَابُ الْيَمِينِ ۚ فِي سِدْرٍ

مَخْضُودٍ ۚ وَ طَلْحٍ مَّنْضُودٍ ۚ وَ ظِلٍّ مَّمْدُودٍ ۚ﴾

”اور اصحاب الیمین (دائیں طرف والے)، اصحاب الیمین

کی کیا ہی بات ہے! وہ بے کانٹے بیروں، لدے ہوئے کیلوں اور لمبے سايوں میں ہوں گے۔“ [الواقعة: ۲۷-۳۰]

اسی طرح قرآن مجید کے دیگر مقامات پر بھی یہی صورت حال ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے السماء (پانی)، اللہین (دودھ)، الخمر (شراب)، العسل (شہد)، النخيل (کھجور) اور الاغاب (انگور) کا تذکرہ کیا ہے۔ ان چیزوں کا تذکرہ نہیں کیا جن سے وہ مانوس اور واقف نہیں تھے جیسے بادام، اخروٹ، ناشپاتی اور سیب وغیرہ پھل جو عرب کے علاوہ دیگر ممالک میں پائے جاتے ہیں۔ [ابو اسحاق شاطبی: الموافقات فی أصول الشریعة، ط: المطبعة الرحمانية، مصر]

جن پھلوں سے وہ واقف نہیں تھے اور نہ ان سے مانوس تھے ان کا اجمالی ذکر ﴿وَفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ ۖ لَا مَقْطُوعَةٍ وَلَا مَمْنُوعَةٍ﴾ [الواقعة: ۳۲-۳۳] ﴿اور بکثرت پھل جو ان کو ہمیشہ بے روک ٹوک ملتے رہیں گے﴾ کے الفاظ سے کر دیا گیا۔

ایک آیت کریمہ میں اتوا بہ متشابہا کے الفاظ سے بھی تذکرہ کیا گیا ہے۔

اہل جنت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿كُلَّمَا رُزِقُوا مِنْهَا مِنْ ثَمَرٍ رِزْقًا ۖ قَالُوا هَذَا الَّذِي رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۖ وَأَنُوتُوا بِهِ مُتَشَابِهًا﴾ [البقرة: ۲۵]

”جب جنت کا کوئی پھل ان کو کھانے کو دیا جائے گا تو کہیں گے یہ تو وہی ہے جو ہمیں پہلے بھی دیا گیا تھا کیونکہ جو میوے وہاں لائے جائیں گے ان کی شکلیں ملتی جلتی ہوں گی (مگر ذائقہ جدا جدا)۔“

ایک آیت کریمہ میں جنت کی نعمتوں کو ”آنکھوں کی مخنی ٹھنڈک“ قرار دیا گیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ ۚ جَزَاءً مِّمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ [السجدة: ۱۷]

”کسی کو آنکھوں کی اس ٹھنڈک کے بارے میں علم نہیں جو ان کے لیے چھپا کر رکھی گئی ہے۔“

بالفاظ دیگر حدیث میں اسی بات کو یوں بیان کیا گیا۔ ابو ہریرہؓ سے روایت ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

أَخَذْتُ لِعِبَادِي الصَّالِحِينَ مَالًا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبٍ بَشَرٍ دُخِرَ مَا أُطْلِعْتُمْ عَلَيْهِ ثُمَّ قَرَأَ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔ [صحیح بخاری، کتاب التفسیر: ۶۵، باب قوله: فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ

(تفسیر سورۃ تنزیل السجدۃ: ۳۲)، حدیث ۴۷۸۰، نیز دیکھیے

حدیث نمبر: ۴۷۷۹، ۳۲۴۴]

”میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ چیزیں تیار رکھی ہیں جنہیں کسی آنکھ نے نہ دیکھا، نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کا کبھی گمان و خیال ہی پیدا ہوا، اللہ کی ان نعمتوں سے واقفیت اور آگہی تو الگ رہی پھر آپ ﷺ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت کی، ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ ۚ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾

یہ ان نعمتوں کا بیان ہے جہاں تک انسانی عقل اور ذہن کی رسائی نہیں ہو سکتی تھی۔

شاطبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

لا بد فی فہم الشریعة من اتباع معہود الأمیین فی الخطاب۔ وہم العرب الذین نزل القرآن بلسانہم فان کان للعرب فی لسانہم عرب مستمر فلا یصح العدول عنہ فی فہم الشریعة۔ [الموافقات: ۸۲/۲]

”شریعت کے فہم کے لیے امی عرب، جن کی زبان میں قرآن نازل ہوا ہے، کے معروف کلام کی پیروی کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں۔ عرب کی لغت میں جو کوئی استمراری عرف پایا جاتا ہو، فہم شریعت کے لیے اس سے انحراف کرنا درست نہیں۔“ [جاری ہے]



التأسيس في مسألة التدليس

حافظ زبیر علی زئی

میں نے عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ کو دیکھا۔ آپ کو حجاج (بن یوسف) نے کھڑا کر کے کہا: جھوٹوں پر لعنت کرو، علی بن ابی طالب، عبد اللہ بن الزبیر اور مختار بن ابی عبید (پر) تو عبد الرحمن نے کہا: جھوٹوں پر اللہ لعنت کرے، پھر انھوں نے ابتدا کی: (اور) علی بن ابی طالب اور عبد اللہ بن زبیر اور مختار بن ابی عبید، اعمش کہتے ہیں کہ انھوں (عبد الرحمن) نے جب (علیؑ) وغیرہ کے ناموں سے ابتدا کی تو انھیں (منصوب کے بجائے) مرفوع بیان کیا تو میں جان گیا کہ ان (عبد الرحمن) کی مراد یہ اشخاص نہیں تھے۔ [طبقات ابن سعد

ج ۶ ص ۱۱۲، ۱۱۳ و اسنادہ صحیح]

”تدلیس فی الاسناد“ کا مفہوم اہل حدیث کی اصطلاح میں درج ذیل ہے:

اگر راوی اپنے اس استاد سے (جس سے اس کا سماع، ملاقات اور معاشرت ثابت ہے) وہ روایت (عن، قال وغیرہ کے الفاظ کے ساتھ) بیان کرے جو اس نے کسی دوسرے شخص سے سنی ہے۔ اور سامعین کو یہ احتمال ہو کہ اس نے یہ حدیث اپنے استاد سے سنی ہوگی، تو اسے تدلیس کہا جاتا ہے۔ دیکھئے علوم الحدیث لابن الصلاح (ص ۹۵) اختصار علوم الحدیث لابن کثیر (ص ۵۱) و عام کتب أصول حدیث

تدلیس فی الاسناد کی سات اقسام زیادہ مشہور ہیں:

نور اور ظلمت کے اختلاط کو عربی لغت میں ”الدلس“ کہتے ہیں۔ (دیکھئے نخبہ الفکر ص ۷۱) اور اس سے دس کا لفظ نکلا ہے جس کا مطلب ہے:

”کنتم عیب السلعة عن المشتري“ [المعجم

الوسیط ج ۱ ص ۲۹۳ و عام کتب لغت]

اس نے اپنے مال کا عیب گاہک سے چھپایا۔

اسی سے ”تدلیس“ کا لفظ مشتق ہے جس کا معنی ہے ”اپنے سامان کے عیب کو گاہک سے چھپانا“ دیکھئے القاموس المحیط (ص ۷۰۳) المختار من صحاح اللغة للجوهري (ص ۱۶۴) اور لسان العرب (ج ۶ ص ۸۶)

تدلیس فی المتن کو ”توریہ“ بھی کہا جاتا ہے۔ حالت اضطراب میں عزت و جان وغیرہ بچانے کے لئے ”توریہ“ جائز ہے مثلاً سلیمان بن مہران الأعمش فرماتے ہیں:

”رأيت عبد الرحمن بن أبي ليلى وقد أوقفه الحجاج وقال له: لعن الكذابين علي بن أبي طالب وعبد الله بن الزبير والمختار بن أبي عبید ، قال: فقال عبد الرحمن: لعن الله الكذابين ، ثم ابتداء فقال: علي بن أبي طالب و عبد الله بن الزبير والمختار بن أبي عبید ، قال الأعمش : فعلمت أنه حين ابتداء فرفعهم لم يعنهم .“

اس میں راوی اپنے استاد کو گراتا ہے مثلاً:
العباس بن محمد الدوری نے کہا:

”نا أبو عاصم عن سفیان عن عاصم عن أبي رزين عن ابن عباس في المرتدة تروى قال: تستحيا..... وقال أبو عاصم: نرى أن سفیان الثوري إنما دلّسه عن أبي حنيفة فكتبتهما جميعاً.“ [سنن دارقطنی ج ۳ ص ۲۰۱ ح ۳۴۲۳ اسنادہ صحیح إلی الدوری]

”ہمیں ابو عاصم نے عن سفیان عن عاصم عن ابی رزین عن ابن عباس ایک حدیث مرتدہ کے بارے میں بیان کی کہ وہ زندہ رکھی جائے گی..... ابو عاصم نے کہا: ہم یہ سمجھتے ہیں کہ سفیان ثوری نے اس حدیث میں ابو حنیفہ سے تدلیس کی ہے لہذا میں نے دونوں سندیں لکھ دی ہیں۔“

مصنف عبد الرزاق (ج ۱۰ ص ۱۷۷ ح ۱۸۷۳۱) سنن دارقطنی (ج ۳ ص ۲۰۱) وغیرہ میں ”الثوري عن عاصم عن أبي رزين عن ابن عباس“ کی سند کے ساتھ یہ روایت مطولاً موجود ہے۔

ابو عاصم کہتے ہیں: ”بلغني أن سفیان سمعه من أبي حنيفة أو بلغه عن أبي حنيفة“ [كتاب المعرفة والتاريخ للإمام يعقوب بن سفیان الفارسی ج ۳ ص ۱۴ و اسنادہ صحیح]

مجھے یہ پتا چلا ہے کہ اسے سفیان نے ابو حنیفہ سے سنا ہے یا انھیں یہ ابو حنیفہ سے پہنچی ہے۔

ابو عاصم کے قول کی تصدیق امام سفیان ثوری کے دوسرے شاگرد عبد الرحمن بن مہدی کے قول سے بھی ہوتی ہے، انھوں نے فرمایا:

”سألت سفیان عن حدیث عاصم فی المرتدة؟“

فقال: أما من ثقة فلا“

میں نے سفیان سے عاصم کی مرتدہ کے بارے میں حدیث کا سوال کیا (کہ کس سے سنی ہے) تو انھوں نے کہا: یہ روایت ثقہ سے نہیں ہے۔

اس سند کے ایک راوی امام ابن ابی خثیمہ فرماتے ہیں:

”وكان أبو حنيفة يروي حديث المرتدة عن عاصم الأحول“ [الاتقاد لابن عبد البر ص ۱۴۸، ۱۴۹ و اسنادہ صحیح]

”مرتدہ والی حدیث کو (امام) ابو حنیفہ عاصم الاحول (!) سے بیان کرتے تھے۔“

یہ روایت مختلف طرق کے ساتھ درج ذیل کتابوں میں بھی مروی ہے:

المعرفة والتاريخ للفارسی (ج ۳ ص ۱۴) الضعفاء للعقيلي (ج ۴ ص ۲۸۴) الکامل لابن عدى (ج ۷ ص ۲۷۲) السنن الکبریٰ للبیہقی (ج ۸ ص ۲۰۳) تاریخ بغداد للخطیب (ج ۱۳ ص ۴۳۶) معرفة العجل والرجال لعبد الله بن احمد بن حنبل عن أبيه (ج ۲ ص ۱۴۳)

اہل الحدیث اور فن حدیث کے امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں:

”كان الثوري يعيب على أبي حنيفة حديثاً كان يرويه ، ولم يروه غير أبي حنيفة، عن عاصم عن أبي رزين“ [سنن دارقطنی ج ۳ ص ۲۰۰ و اسنادہ صحیح إلی يحيى بن معين]

(سفیان) ثوری (امام) ابو حنیفہ پر ان کی بیان کردہ ایک حدیث (عن عاصم عن ابی رزین) کی وجہ سے نکتہ چینی کرتے تھے جسے ابو حنیفہ کے سوا کسی شخص نے بھی بیان نہیں کیا۔

تنبیہ: امام یحییٰ بن معین کی امام سفیان ثوری سے ملاقات ثابت نہیں ہے۔

امام ابو حنیفہ کی عاصم سے یہ روایت سنن دارقطنی (ج ۳ ص

(۲۰۱) کامل ابن عدی (ج ۷ ص ۲۴۷) سنن بیہقی (ج ۸ ص ۲۰۳) وغیرہ میں موجود ہے اور اس کی طرف امام شافعی نے بھی کتاب الام (ج ۶ ص ۱۶۷) میں اشارہ کیا ہے۔

مختصر یہ کہ اس روایت میں سفیان ثوری کا تدلیس کرنا بالکل صحیح ثابت ہے۔ اسے اور اس جیسی تمام مثالوں کو تدلیس الاسناد کہا جاتا ہے۔

②.....تدلیس القطع:

اس میں صیغہ کو حذف کر دیا جاتا ہے مثلاً راوی کہتا ہے:
”الزهری ...“

تنبیہ: الکفایۃ للخطیب (ص ۳۵۹) والی روایت ابراہیم بن محمد المروزی السکری المسکوتی کے حالات معلوم نہ ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

③.....تدلیس العطف:

اس میں راوی دو یا زیادہ استادوں سے روایت بیان کرتا ہے اور سنا صرف ایک سے ہوتا ہے۔ مثلاً:

ہشیم بن بشیر سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا:

”حدثنا حصین و مغیرة --“

جب آپ حدیث بیان کرنے سے فارغ ہوئے تو کہا:

”هل دلتس لکم الیوم؟“

کیا میں نے آج آپ (کی روایت) کے لیے کوئی تدلیس کی ہے؟ انھوں نے کہا: نہیں، تو ہشیم نے کہا: میں نے جو کچھ ذکر کیا ہے اس میں مغیرہ سے ایک حرف بھی نہیں سنا ہے۔

[دیکھئے معرفۃ علوم الحدیث للحاکم ص ۱۰۵، یہ بغیر سند کے ہے۔]

تنبیہ: اس روایت کی سند معلوم نہ ہو سکی لہذا یہ سارا قصہ ہی ثابت نہیں ہے۔ اس کے باوجود حافظ ابن حجر وغیرہ نے اسے بطور استدلال ذکر کیا ہے۔ [النکت علی ابن الصلاح ج ۲ ص ۶۱۷]

④.....تدلیس السکوت:

اس میں راوی ”حد ثنا“ وغیرہ الفاظ کہہ کر سکوت کرتا ہے اور دل میں اپنے شیخ کا نام لیتا ہے پھر آگے روایت بیان کرنا شروع کر دیتا ہے۔

تنبیہ: ایسا فعل عمر بن عبید الطنافسی سے مروی ہے لیکن بلحاظ سند ثابت نہیں ہے۔ حافظ ابن حجر اسے النکت میں تدلیس القطع کہتے ہیں۔ [النکت ج ۲ ص ۶۱۷]

⑤.....تدلیس التوسیہ:

اس میں راوی اپنے شیخ سے اوپر کے کسی ضعیف وغیرہ راوی کو گرا دیتا ہے۔

⑥.....تدلیس الشیوخ:

اس میں راوی اپنے شیخ کا وہ نام یا لقب، کنیت وغیرہ ذکر کرتا ہے جس سے عام لوگ ناواقف ہوتے ہیں مثلاً بقیہ بن الولید نے کہا:

”حدثني أبو وهب الأسدي“ [الكفایۃ للخطیب

ص ۳۶۴، علل الحدیث لابن ابی حاتم ج ۲ ص ۱۵۴

ح ۱۹۵۷، وسندہ صحیح]

ابو وهب الاسدی سے مراد عبید اللہ بن عمرو ہے۔

⑦.....تدلیس القوم:

اس میں راوی ایسا واقعہ بطور سماع وغیرہ بیان کرتا ہے جس واقعہ میں اس کی شمولیت قطعاً ناممکن ہے۔ مثلاً مروی ہے کہ الحسن البصری نے کہا: ”خطبنا ابن عباس بالبصرة“ ہمیں ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بصرہ میں خطبہ دیا۔

[السنن الکبریٰ للبیہقی ۴ / ۱۶۸]

یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ہماری قوم یا شہر کے لوگوں کو بصرہ میں خطبہ دیا تھا۔

رائیگاں، گئیں!

کراچی میں ایک شخص ظاہر ہوا ہے جس کا نام ”مسعود احمد بی ایس سی“ ہے۔ یہ شخص ۱۳۹۵ھ میں اپنی بنائی ہوئی ”جماعت المسلمین“ کا امیر ہے۔ اس کا عقیدہ ہے کہ

”محدثین تو گزر گئے، اب تو وہ لوگ رہ گئے ہیں جو ان کی کتابوں سے نقل کرتے ہیں۔“ (الجماعة القديمة بجواب الفرقة الجديده ص ۲۹) اس پر تعاقب کرتے ہوئے ڈاکٹر ابو جابر عبد اللہ دامانوی صاحب لکھتے ہیں:

”گویا موصوف (یعنی مسعود صاحب) کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح محمد رسول اللہ ﷺ پر نبوت کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے، اسی طرح محدثین کا سلسلہ بھی کسی خاص محدث پر ختم ہو چکا ہے اور اب قیامت تک کوئی محدث پیدا نہیں ہوگا، اور اب جو بھی آئے گا وہ صرف ناقابل ہی ہوگا، جس طرح یار لوگوں نے اجتہاد کا دروازہ بند کر دیا۔ کسی نے بارہ کے بعد ائمہ کا سلسلہ ختم کر دیا۔ موصوف کا خیال ہوگا کہ اسی طرح محدثین کی آمد کا سلسلہ بھی ختم ہو چکا ہے لیکن اس سلسلہ میں انھوں نے کسی دلیل کا ذکر نہیں کیا۔ ”اقوال الرجال“ تو ویسے ہی موصوف کی نگاہ میں قابل التفات نہیں ہیں۔ البتہ اپنے ہی قول کو انھوں نے اس سلسلہ میں حجت مانا ہے۔ حالانکہ جو لوگ بھی فن حدیث کے ساتھ شغف رکھتے ہیں ان کا شمار محدثین ہی کے زمرے میں ہوتا ہے۔“

[الجماعة الجديدة بجواب الجماعة القديمة ص ۵۵]

اس شخص نے نماز، زکوٰۃ، حج، روزہ، تفسیر اور تاریخ وغیرہ میں عام مسلمین سے علیحدہ ہونے کی کوشش کی ہے۔ اس کے بعد ”اصول حدیث“ پر بھی ایک رسالہ چھاپ دیا ہے تاکہ فرقہ مسعودیہ (عرف جماعت المسلمین رجسٹرڈ) کا لٹریچر ہر لحاظ سے مسلمانوں سے الگ رہے۔ اس رسالے کے ص ۱۳ پر ”تدلیس“ کی بحث چھیڑی ہے اور

تنبیہ: یہ روایت حسن بصری سے ثابت نہیں ہے۔ اس میں حمید الطویل مدلس ہے اور روایت عن سے ہے۔ نیز دیکھئے المراسیل لابن ابی حاتم (ص ۳۳، ۳۴) والعلل الکبیر للترمذی (۳۲۶/۱) یہی روایت سنن الدارقطنی میں ”خطب ابن عباس الناس“ کے الفاظ سے مروی ہے۔ [۱۵۲/۲ ح ۲۱۱۳ وسندہ ضعیف] تدلیس اور فن تدلیس کا ذکر تمام کتب اصول حدیث میں ہے۔ بہت سے علماء نے اس فن میں متعدد کتابیں، رسالے اور منظوم قصائد تصنیف کئے ہیں مثلاً:

- ① حسین بن علی الکراہیسی کی کتاب ”اسماء المدلسین“ (یہ کتاب مفقود ہے۔)
- ② امام نسائی (ذکر المدلسین، ابو عبد الرحمن السلمی) [کذاب] عن الدارقطنی عن ابی بکر المجداد عن النسائی کی سند سے مطبوع ہے۔
- ③ ابو زرعة ابن العرقی (کتاب المدلسین مطبوع ہے)
- ④ حافظ الذہبی کا ارجوزة (طبقات الشافعية الکبریٰ ص ۳۱۸/۵)
- ⑤ ابو محمد المقدسی کا قصیدہ (شیخ عاصم القریوٹی کی تحقیق سے مطبوع ہے۔)
- ⑥ حافظ العلانی کی کتاب جامع التحصیل فی احکام المراسیل (ص ۱۲۹ تا ۱۳۷)
- ⑦ حافظ ابن حجر کی طبقات المدلسین (راقم الحروف نے الفتح المبین کے نام سے اس کی تحقیق لکھی ہے۔)
- ⑧ حافظ سیوطی کی اسماء المدلسین (مخطوط بخط شینا ابی الفضل فیض الرحمن الثوری رحمہ اللہ)
- ⑨ السبط ابن الحمی کی التبيين لاسماء المدلسین (مطبوع)
- ⑩ معاصر شیخ حماد بن محمد الانصاری رحمہ اللہ کا رسالہ

”اتحاف ذوی الرسوخ بمن رمي بالتدلیس من الشيوخ“

مگر افسوس کہ محدثین (کثر اللہ امثالہم) کی یہ تمام کوششیں

مدلس راوی کو اپنی ”جماعت المسلمین“ سے خارج کر دیا ہے۔ یہاں پر یہ بات قابل غور ہے کہ کتب رجال و طبقات المدلسین میں جتنے مدلس راویوں کا ذکر ہے وہ مسعود صاحب کی بنائی ہوئی (۱۳۹۵ھ) ”جماعت المسلمین رجسٹرڈ“ سے صدیوں پہلے اس فانی دنیا کو خیر باد کہہ چکے ہیں لہذا وہ اب مسعود صاحب کے رجسٹروں میں خروج یا دخول کے محتاج نہیں ہیں۔

مسعود صاحب لکھتے ہیں:

”مدلس راوی نے خواہ وہ امام ہو یا محدث ہی کیوں نہ کہلاتا ہو اپنے استاد کا نام چھپا کر اتنا بڑا جرم کیا ہے کہ الامان الحفیظ۔ اُس نام نہاد امام یا محدث کو دھوکے باز کذاب کہا جائے گا۔ علماء اب تک اس راوی کی وجہ سے جس کا نام چھپا دیا گیا مدلس کی روایت کو ضعیف سمجھتے رہے لیکن اس دھوکے باز کذاب کو امام یا محدث ہی کہتے رہے۔ انھوں نے کبھی یہ سوچنے کی تکلیف گوارا نہیں کی کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں یا ان سے کیا کہلوایا جا رہا ہے۔ افسوس تقلید نے انھیں کہاں سے کہاں پہنچا دیا“

[اصول حدیث ص ۱۳، ۱۴]

یعنی مدلس راویوں کی معنعن روایات کو صرف ضعیف سمجھنے والے اور مصرح بالسماع روایات کو صحیح سمجھنے والے تمام امام مقلد تھے مثلاً یحییٰ بن معین، احمد بن حنبل اور ابو حاتم رازی وغیرہم

مسعود صاحب لکھتے ہیں: ”تلاش حق میں اس بات کو ثابت کیا گیا ہے کہ تقلید شرک ہے“ [التحقیق فی جواب التقلید ص ۵، ۶، ۱۴۰ھ] اور اسی کتاب میں مقلد پر (فاران ص ۱۱ کے) الفاظ فٹ کرتے ہیں:

”وہ یقیناً دائرۃ اسلام سے خارج ہے“ (التحقیق ص ۲۳)

لہذا اس ”مسعودی اصول“ سے ثابت ہوا کہ یہ تمام محدثین مشرک تھے (معاذ اللہ)

مسعود صاحب مدلسین کو مشرک قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

”علماء پر تعجب ہے کہ ایسے دھوکے باز مشرک کو امام مانتے ہیں... ایسا ہونا تو نہیں چاہئے تھا لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایسا ہوا ہے“ [اصول حدیث ص ۱۲]

امیر ”جماعت المسلمین رجسٹرڈ“ صاحب مزید فرماتے ہیں: ”مندرجہ بالا مباحث سے ثابت ہوا کہ فتنہ تدلیس بے حقیقت فتنہ ہے.. لہذا تدلیس کا فن کچھ نہیں بالکل بے حقیقت ہے“ [ص ۱۵، ۱۶]

اس رسالے کے ص ۱۶ پر ”امام حسن بصری، امام الولید بن مسلم، امام سلیمان الاعمش، امام سفیان ثوری، امام سفیان بن عیینہ، امام قتادہ، امام محمد بن اسحاق بن یسار اور امام عبد الملک بن جریج وغیرہم کا ذکر کر کے مسعود صاحب تحریر فرماتے ہیں:

”ہمارے نزدیک ان میں سے کوئی امام مدلس نہیں“ (ص ۱۷) اور فرماتے ہیں:

”کسی مدلس کے متعلق یہ کہنا کہ اگر وہ حدیثاً کہہ کر حدیث روایت کرے تو اس کی بیان کردہ حدیث صحیح ہوگی۔ یہ اصول صحیح نہیں اس لئے کہ مدلس راوی کذاب ہوتا ہے لہذا وہ عن سے روایت کرے یا حدیثاً سے روایت کرے وہ کذاب ہی رہے گا۔ اس کی بیان کردہ حدیث ضعیف بلکہ موضوع ہوگی۔ یعنی مدلس راوی کا نہ عنعنہ صحیح ہے اور نہ تحدیث“

[اصول حدیث ص ۱۸]

مسعود احمد بن ابی ایسی سی کے اس قول کو ”ہمارے نزدیک ان میں سے کوئی امام مدلس نہیں“ کا مختصر رد پیش خدمت ہے:

بعض مدلسین کا تذکرہ

امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاری ایک روایت پر جرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”روی ہمام عن قتادة عن أبي نضرة عن أبي سعيد رضي الله عنه ولم يذكر قتادة سماعاً من أبي

نضره في هذا“ [جزء القراءات ص ۳۰ ح ۷۰ باب هل يقرأ بأكثر من فاتحة الكتاب خلف الامام]
ہام نے قتادہ عن ابی نضرہ عن ابی سعید رضی اللہ عنہ ایک روایت بیان کی..... اور قتادہ نے ابونضرہ سے اس روایت میں اپنے سماع کا تذکرہ نہیں کیا۔

امیر المؤمنین اپنی الجامع الصحیح میں قتادہ کی مصرح بالسماع یا ”شعبة عن قتادة“ والی روایات کو لاتے ہیں۔

[صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۱]

ان کی اس عادت کی طرف حافظ ابن حجر نے کئی مقامات پر اشارہ کیا ہے مثلاً: دیکھئے فتح الباری [ج ۱ ص ۱۰۴، ۱۰۵ ح ۴۴ باب

زيادة الايمان ونقصانه]

قتادہ کی تصریح سماع کی ضرورت کیوں ہے؟

قتادہ بن دعامة البصري

آپ صحاح ستہ کے مرکزی راوی اور ثقہ امام تھے۔
حافظ ابن حبان انھیں اپنی کتاب الثقات میں ذکر کر کے لکھتے ہیں:
”وكان مدلساً“ اور آپ مدلس تھے۔ (ج ۵ ص ۳۲۲)
حاکم نے کہا: ”قتادة على علق قدره يدلس“

[المستدرک ج ۱ ص ۲۳۳]

ذہبی نے کہا: ”حافظ ثقة ثبت لكنه مدلس“ [میزان

الاعتدال ج ۳ ص ۳۸۵ نیز دیکھئے السیر ۲۷۱/۵]

دارقطنی نے بھی قتادہ کو مدلس قرار دیا ہے۔

[دیکھئے الاثرامات والتهج ص ۲۶۳]

ان کے علاوہ درج ذیل علماء نے بھی قتادہ کو مدلس قرار دیا ہے:

حافظ ابن حجر (طبقات المدلسین

۳/۹۲ علامہ الحلبي (التبيين: ۴۶) ابو محمود

المقدسي (القصيدة: ۲)، حافظ العلائي (جامعه

التحصيل ص ۱۰۸)، الخرزجي (الخلاصه

للخزرجي ص ۳۱۵)، ابن الصلاح الشهرزوري،
ابوزرعه ابن العراقي (كتاب المدلسين: ۴۹)،
السيوطي (اسماء من عرف بتدليس: ۴۳)،
خطيب بغدادی (الكفايه ص ۳۶۳)، حاکم
(معرفة علوم الحديث ص ۱۰۳)، ماردینی
(الجواهر النقي ۲/۴۹۸، ۷/۱۲۶)، العيني
(عمدة القاری ۱/۲۶۱)، نووی (شرح صحيح
مسلم ۱/۲۰۹، ۱۷۲) اور ابن عبد البر (التمهيد
۳/۳۰۷) رحمهم الله وغيرهم۔ [مقدمه ابن
الصلاح مع التقييد والايضاح، ص ۹۹ نوع ۱۲]

اس سلسلہ میں حافظ ابن حزم نے جمہور کے خلاف جو کچھ لکھا
ہے (الاحکام ج ۲ ص ۱۳۱، ۱۳۲، توجیه النظر للجزائری ص ۲۵۱) وہ
مردود ہے۔ حافظ ابن حزم کا اپنا یہ مسلک ہے کہ ثقہ مدلس کی عن والی
روایت کو رد اور تصریح سماع والی روایت کو قبول کرتے ہیں جیسا کہ
آگے ابوالزبیر کے تذکرہ میں آرہا ہے۔
یحییٰ بن کثیر العنبری کہتے ہیں:

”ناشعبة عن قتادة عن سعيد بن جبیر عن ابن

عمر أن النبي صلی اللہ علیہ وسلم نهی عن نبید الجر، قال شعبة:

فقلت لقتادة: ممن سمعته؟ قال: حدثني أيوب

السختياني، قال شعبة: فأتيت أيوب فسألته

فقال: حدثني أبو بشر، قال شعبة: فأتيت أبا بشر

فسألته فقال أنا سمعت سعيد بن جبیر عن ابن

عمر عن النبي صلی اللہ علیہ وسلم أنه نهی عن نبید الجر“

ہمیں شعبہ نے قتادہ سے عن سعید بن جبیر عن ابن عمر رضی اللہ عنہما ایک

حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سبڑھلیا کی نبیز سے منع کیا

ہے۔ شعبہ نے کہا: میں نے قتادہ سے پوچھا: آپ نے اسے

کس سے سنا ہے؟ تو انھوں نے کہا: مجھے ایوب سختیانی نے بتایا

میں آپ کے لئے تین (اشخاص) کی تدلیس کے لئے کافی ہوں۔ اعمش، ابواسحاق اور قتادہ [مسألة التسمية لمحمد بن

طاهر المقدسی ص ۴۷ و سندہ صحیح]

اس جیسی بے شمار مثالوں کی بنیاد پر محدثین نے امام قتادہ کو مدلس قرار دیا ہے۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: ”ورجاله رجال الصحيح إلا أن قتادة مدلس“ [فتح الباری ج ۱۳ ص ۱۰۹] ”اس کے راوی صحیحین کے راوی ہیں سوائے قتادہ کے وہ مدلس ہیں۔“

حافظ سیوطی رحمہ اللہ گواہی دیتے ہیں:

”قتادة مشهور بالتدليس“ [اسماء المدلسين ص ۱۰۲] [جاری ہے]

ہے، شعبہ نے کہا: پس میں ایوب کے پاس آیا اور پوچھا تو انھوں نے کہا: مجھے ابو بشر نے بتایا ہے، شعبہ نے کہا: میں ابو بشر کے پاس آیا اور ان سے پوچھا تو انھوں نے کہا: میں نے سعید بن جبیر سے سنا ہے، وہ ابن عمر سے وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے تھے کہ آپ نے سبز ٹھلیا کی بنیذ سے منع فرمایا ہے۔

[تقدمة الجرح والتعديل ص ۱۶۹ و اسنادہ صحیح]

اس حکایت سے صاف معلوم ہوا کہ قتادہ مدلس تھے، انھوں نے سند سے دور راوی گرائے ہیں۔

شعبہ فرماتے ہیں: ”كنت أفتقد قتادة فإذا قال: سمعت وحدثنا تحفظته فإذا قال: حدث فلان تركته“

میں قتادہ کے منہ کو دیکھتا رہتا جب آپ کہتے کہ میں نے سنا ہے یا فلاں نے ہمیں حدیث بیان کی تو میں اسے یاد کر لیتا اور جب کہتے فلاں نے حدیث بیان کی (وغیرہ) تو میں اسے چھوڑ دیتا تھا۔ [تقدمة الجرح والتعديل ص ۱۶۹ و اسنادہ صحیح]

یہ قول درج ذیل کتابوں میں بھی باسند موجود ہے:

صحیح ابی عوانہ (ج ۲ ص ۳۸) کتاب العلل و معرفة الرجال لاحمد (ج ۲ ص ۲۲۸) ت ۱۶۴۶ (المحدث الفاصل بين الراوى والواعى) (ص ۵۲۲، ۵۲۳) التمهيد لابن عبد البر (ج ۱ ص ۳۵) الكفاية للخطيب (ص ۳۶۳) تاريخ عثمان بن سعيد الدارمي عن ابن معين (ص ۱۹۲ ت ۷۰۳) ييهقي (معرفة السنن والآثار ج ۱ ص ۱۷ قلمی و مطبوع)

قتادہ کے شاگرد امام شعبہ بن الحجاج نے کہا:

”كفيتكم تدليس ثلاثة: الأعمش وأبي إسحاق و قتادة“



علامہ جاوید احمد غامدی

فکر کا تجزیاتی مطالعہ

محمد موسیٰ بھٹو

علامہ جاوید احمد غامدی صاحب ہمارے ملک کی ان ممتاز روزگار ہیں۔

موصوف پچھلے پچیس تیس سال سے کوشاں ہیں کہ ملک میں اپنے فکر کی بنیاد پر ایک طاقتور تنظیم کھڑی کی جائے، اس مقصد کے لیے انھوں نے مسلسل اپنی بیشتر توانائیاں صرف کر کے نو مجتہدین اسلام کی ایک ٹیم تیار کی ہے، جو قرآن و سنت، سلف صالحین اور اجماع امت کی اسلامی فکر کی بجائے اپنے استاد کے فکر اسلامی کو فروغ دینے کے لیے کوشاں ہیں۔

شخصیتوں میں شامل ہیں، جو اپنی غیر معمولی ذہانت اور حد سے زیادہ خود اعتمادی اور اپنی علمی شان کی بنا پر دین و شریعت کے ہر مسئلہ پر جدید ابلاغی ذرائع کے ذریعہ اپنی رائے کے بے باکانہ اظہار میں منفرد مقام کے حامل ہیں۔

موصوف فلسفہ میں ایم اے ہیں، آغاز کار میں مولانا مودودی جیسے مفکر کے معاون خصوصی رہ چکے ہیں۔ صاحب تدبر قرآن کے شاگرد رشید ہیں۔ استقامت کے ساتھ کام کرنے کا حوصلہ و عزم رکھتے ہیں۔ طویل عرصہ سے پاکستان کے سرکاری افسران کے مرکزی تربیتی ادارہ میں اسلامی موضوعات پر لیکچر دیتے رہے ہیں، جس کی وجہ سے ملک بھر کے افسران میں ان کے علم و فضل کی شہرت کا تاثر قائم ہے۔ اب ٹیلیویشن کے مختلف چینلوں سے روزانہ گھنٹوں فہم دین کا پروگرام پیش کرنے کی وجہ سے خواص و عام میں متعارف ہیں، ایک تنظیم کے بانی ہونے کے ساتھ ساتھ طویل عرصہ سے ایسے طلبہ کی ٹیمیں پیدا کرنے کے لیے کوشاں ہیں، جو اپنی خصوصی اجتہادی صلاحیتوں کی بنا پر ملک میں علامہ موصوف کے فکر کو متعارف کرانے میں اپنی توانائیاں صرف کریں۔

علامہ جاوید احمد غامدی صاحب کی فکری اٹھان اور ذہنی نشوونما میں جن عوامل نے کام کیا ہے، ان میں درج ذیل چیزیں شامل ہیں:

①..... مولانا مودودی کی اقامت دین کی تبدیلی حکومت اور اسلامی قوانین کے نفاذ کے لیے جدوجہد پر مشتمل فکر کے خلاف رد عمل کی نفسیات اور اس کی پختگی۔

②..... مولانا امین احسن اصلاحی صاحب کی تصوف دشمنی، علمائے سلف کے خلاف تند و تیز روش اور احادیث سے بے اعتنائی کے رویہ کے اثرات۔

③..... مولانا وحید الدین خان کی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کفر کی عالمی قوتوں اور ان کی بھجائی ہوئی سازشوں کے جال سے یک طرفہ طور پر اعراض اور محض ایک دائرہ کی حد تک ذاتی اصلاح اور معاشرہ کی اصلاح پر مشتمل فکر کے اثرات۔

جاوید صاحب جدید و قدیم فلسفیانہ مباحث کے فہم کے ساتھ ساتھ قرآنی علوم کے بھی ماہر ہیں، بلکہ اپنے انداز سے کیتائے

۴..... فلسفہ کے مطالعہ اور کتابی دنیا پر قناعت کرنے کی وجہ سے عقل محض پر اکتفا کرنا اور عقل محض کے سحر میں مبتلا ہونا۔

۵..... اپنے والد جو ایک بزرگ کے غلیفہ مجاز تھے، ان کی صحبت سے سحر خیزی کی عادت کے استحکام کی وجہ سے نفسیاتی نوعیت کے مسائل سے ایک حد تک حفاظت اور خود اعتمادی سے بہرہ وری۔
ذہنی نشوونما کے ان محرکات نے علامہ جاوید موصوف کی فکر اسلامی کا تانا بانا جن خطوط پر بنا ہے، ان میں سے کچھ چیزیں یہ ہیں:

①..... امت کے بڑے بڑے اماموں، امام مالک، امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور شاہ ولی اللہ وغیرہ اور مجھ میں علم و فضل اور اجتہادی صلاحیتوں میں کوئی فرق نہیں، جس طرح وہ مطلق مجتہد کے مقام پر فائز تھے، اسی طرح میں اور میرے شاگرد بھی مطلق مجتہد کے مقام پر فائز ہو سکتے ہیں۔ اور اس معاملہ میں یعنی ان جیسے مقام پر فائز ہونے میں کوئی چیز حائل نہیں ہو سکتی، اس لیے کہ قرآن و سنت کا جو علم ان کے پاس تھا، وہی علم میرے پاس بھی ہے۔ غور و فکر کے لیے جو ذہانت ان کے پاس تھی، وہی ذہانت ہمیں بھی حاصل ہے۔ چنانچہ مطلق مجتہد کے مقام پر فائز ہو کر وہ اجماع امت سے ہٹ کر دین کے متفقہ مسائل میں نیا اجتہاد کر کے اس اجتہاد کو قرآن کے نام سے پیش کر کے اپنے نئے مکتب فکر کو فروغ دینے کا پورا حق رکھتے ہیں۔

②..... قرآن کی تشریح کے لیے احادیث کو قانونی حیثیت دینے کی بجائے عقل محض کے ذریعہ قرآنی آیتوں کی نئی نئی تاویلیں اور تشریحات کرتے رہنا اور اس سلسلہ میں سابقہ تحریف شدہ کتب کو استناد کی حیثیت سے استعمال کرنا، موسیقی اور آلات موسیقی جیسے بنیادی مسائل کے بارے میں پرانی مقدس کتب کی اقتباسات کو سند کی حیثیت سے پیش کرنا، جن معاملات میں قرآن اور مقدس کتاب سے سند جواز نہ مل سکے تو ان معاملات میں نفس کے ریغمال شدہ عقل کے ذریعہ طرح طرح کی تاویلیں کرنا، رجم کی سزا (جو احادیث سے

ثابت شدہ ہے اور جس پر اجماع امت ہے) کا انکار کرنا، دجال کی شخصیت کا انکار کرنا، مسیح علیہ السلام کے دوبارہ آمد کی تکذیب کرنا، عورت کی امامت کے لیے سند جواز پیش کرنا، مرتد کی سزا کی تکذیب کرنا، عورت کی عملی زندگی میں بھرپور شرکت، اس کی ملازمت، صدارت وزارت عظمیٰ وغیرہ کے عہدہ پر فائز ہونے کا فتویٰ صادر فرمانا، مجسمہ سازی، فوٹو گرافی، تصویر سازی وغیرہ کو آرٹ قرار دے کر موجودہ دور میں اسے تمدن کی لازمی ضرورت قرار دینا، عورت کی طرف سے محرم کے بغیر حج پر جانے کے موقف کی شدت سے وکالت کرنا، نکاح کے بارے میں یہ فرمانا کہ اصل چیز لڑکے اور لڑکی کا ایجاب و قبول ہے اور دونوں کی رضامندی ہے۔ والدین اور عزیزوں کی شرکت وغیرہ سب رسمی چیزیں ہیں۔ اس طرح نکاح کے مقدس ادارہ کو باز بچہ اطفال بنانے کی کاوش کرنا، گورنمنٹ کی طرف سے لیا گیا ٹیکس کو زکوٰۃ کی ادائیگی میں شمار تصور کرنا اور یہ فرمانا کہ اگر اتنے ہی متقی ہو اور ٹیکس کے بعد زکوٰۃ دینا ہی چاہتے ہو تو دے دو، وغیرہ وغیرہ.....

۳..... اسلام نام ہے عقل کی اصلاح کا اور عقل کی مدد سے ذاتی اصلاح کا، دل کے نام سے ایسی کوئی قوت موجود نہیں ہے جو عقل سے ماوری ہو۔ ذاتی اصلاح ہی اسلام کا ہدف ہے۔ لیکن جہاد و قتال کی اسلام میں گنجائش نہیں۔ ملک کے سیاسی نظام میں تبدیلی اور صالح ہاتھوں میں ملک کی باگ ڈور کا کام اسلامی نقطہ نگاہ سے غیر ضروری ہے۔ عالم اسلام اور پاکستان ایک عرصہ سے جس طرح باطل کی عالمی قوتوں کے زرعے میں ہے اور سارے عالم اسلام کی معیشت، معاشرت، سیاست وغیرہ کی پالیسی سازی کی قوت جس طرح عالمگیریت اور عالمی کفر کے حوالے ہو چکی ہے، اس عالمی کفر کے خلاف مسلم امت میں شعور پیدا کر کے اس سے نجات کی صورت کے پیدا ہونے کے لیے لائحہ عمل وغیرہ جیسی باتیں فضول اور لالچ ہیں۔ عالمی کفر اور عالمگیریت یہ سب سیاسی اسلام کے علمبرداروں کا واہمہ ہے، انھوں نے اس واہمہ کو حقیقت کے طور پر

اس لیے پیش کیا ہے تاکہ ذاتی اصلاح اور اصلاح معاشرہ کے کام سے اغماض برتا جائے۔

۴)..... دنیا بھر میں مسلمان جہاں بھی اپنی آزادی کی جنگ لڑ رہے ہیں اور سامراج کے خلاف جہاد کر رہے ہیں، یہ جہاد غیر اسلامی اور لایعنی کفر ہے۔ کفر کے خلاف معرکہ آرائی میں قوتیں صرف کرنے کی بجائے مسلمانوں کو اہل کفر کی سرپرستی میں زندگی گزارنے کا سلیقہ سیکھنا چاہیے، اور جہاد و قتال، ملت اسلامیہ کے انفرادی تشخص، سامراج اور سامراج کے خلاف جدوجہد جیسے جذباتی نعرے ترک کر دینے چاہئیں۔ مسلمانوں کی نجات اس میں ہے کہ کفر کی عالمی و مقامی قوتوں کے بارے میں صبر و اعراض کا رویہ اختیار کریں اور اپنی ذاتی اصلاح کی کوششوں میں اس طرح مصروف ہو جائیں کہ انھیں خارجی باطل اور عالمی سطح پر چھائی ہوئی کفر کی قوتیں سرے سے نظر ہی نہ آئیں۔ افغانستان میں مسلمانوں کا جہاد ہو یا کشمیر میں مسلمانوں کی جنگ، فلسطین میں مسلمانوں کی جنگ ہو یا عراق میں مسلمانوں کا جہاد، یہ ساری لڑائی اپنی اصلاح کے کام سے غفلت ہی کا نتیجہ ہے۔

جاوید صاحب، غلام احمد پرویز صاحب کے اس نظریہ سے متفق ہیں کہ قرآن کی تعبیر کا حق رسول اللہ ﷺ کو تو حاصل نہیں، البتہ یہ حق انھیں ضرور حاصل ہے۔ ان کی نظر میں حدیث اور سنت کی حیثیت دلیل سے زیادہ نہیں اور وہ سند اور قانون کی حیثیت کی حامل نہیں۔ وہ سنت کی حیثیت کو غیر اہم ثابت کرنے کے لیے مختلف بہانوں کا سہارا لیتے رہتے ہیں۔ آج سے ۱۲ سال پہلے آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس کے مظفر حسین صاحب نے الطاف حسین قریشی صاحب کے ادارہ کے تعاون سے ڈاکٹر محمد رفیع الدین رحمہ اللہ کے نظریہ تعلیم کے موضوع پر ایک تقریب منعقد کی تھی، اس تقریب کے صدر ڈاکٹر ایل ایم زمان صاحب موجودہ نائب وائس چانسلر بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی تھے اور مقرر خصوصی علامہ جاوید احمد

صاحب۔ جاوید صاحب نے اس موقع پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ صحیح احادیث کل ۱۲ ہیں، اس سے زائد نہیں۔ احادیث کے بارے میں ان کے اس موقف پر ڈاکٹر ایل ایم زمان صاحب نے ان پر سخت جرح کی تھی اور انھیں فرقہ غامدیہ کا بانی قرار دیا تھا۔ (ڈاکٹر صاحب اس واقعہ کے راوی ہیں۔)

احادیث کے بارے میں یہ موقف ایسا ہے، جس کی جرأت پرویز صاحب کے بعد جاوید صاحب جیسے روشن فکر دانشور نے ہی کی ہے۔ جب احادیث سند اور قانون نہیں ہے اور قرآن کی تشریح کے سلسلہ میں احادیث کی حیثیت قانونی نہیں ہے اور اللہ کے رسول قرآن کی تشریح کے مجاز نہیں ہو سکتے تو اس سے فہم قرآن کے سلسلہ میں جو گمراہی پیدا ہو سکتی ہے اور جو فتنے برپا ہو سکتے ہیں، اس کا اندازہ لگانا مشکل نہیں۔

فہم قرآن کے سلسلے میں اللہ کے رسول کی قانونی حیثیت کے انکار کے بعد اپنے اجتہاد کے زور سے قرآنی آیات کو جن مزعومہ مقاصد کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے، وہ آسان ہے پرویز صاحب نے ایسا ہی کیا۔ اب علامہ جاوید صاحب یہ کردار ادا فرما رہے ہیں۔

جیسا عرض کیا گیا کہ علامہ جاوید صاحب ایک عرصہ سے ٹیلی ویژن کے مختلف چینلوں سے نمودار ہوتے رہتے ہیں اور موصوف قرآن کی نئی نئی تاویلات پر مشتمل اپنی فکر اور اپنے اجتہادات سے قوم کو نوازتے رہتے ہیں۔ ان کے تفردات پر جب بھی جرح کی جاتی ہے تو موصوف فرماتے ہیں کہ یہ میری ذاتی رائے ہے، ضروری نہیں ہے کہ آپ اس سے اتفاق کریں۔ موصوف کی یہ حکمت عملی بہت بڑے فتنہ کا پیش خیمہ ہو سکتی ہے کہ اسلامی شریعت کے اہم مسائل پر دین سے ناواقف کروڑ ہا افراد کے سامنے سنت سے اعراض اور اجماع امت سے مختلف موقف کو پیش کیا جائے۔ دین کے تسلسل پر ضرب کاری لگانے اور اسلام کے نام پر روشن خیالی کو مقبول بنانے کی یہ سب سے مؤثر حکمت عملی ہے، جو علامہ جاوید

صاحب نے اختیار کی ہے۔

جاوید صاحب اپنی دانش سے کام لیتے ہوئے اپنے نئے اسلام ﴿صراط الذین انعمت علیہم﴾ نعمت یافتہ لوگوں یعنی سلف صالحین سے مختلف اسلام کے فروغ کی جدوجہد میں مصروف ہی تھے کہ عالمی کفر اپنی حریف کفر کی طاقت سوویت یونین کو شکست دے کر اس کی ٹوٹ پھوٹ میں کامیاب ہو گیا اور کفر کی اس طاقت کو یہ جنوں سوار ہوا کہ دنیا پر اس کی کُلی اور مکمل اجارہ داری بغیر کسی شراکت کے قائم ہو جائے۔ اس مقصد کی راہ میں اسے مسلمانوں کے جداگانہ تشخص یعنی اسلامی نظریہ کی بنیاد پر ملت اسلامیہ کے جداگانہ تشخص کا احساس، جذبہ جہاد اور تحفظ اسلام و بقائے اسلام اور کفر کی طاقتوں کے مقابلہ میں جان و مال کی آخری حد تک قربانی دینے کا حوصلہ و عزم سخت رکاوٹ نظر آیا۔ چنانچہ عالمگیریت کو اس امر کی ضرورت درپیش ہوئی کہ مسلمانوں میں جذبہ جہاد کے خاتمہ کے لیے روشن خیالی پر مشتمل اسلام کو فروغ دینے کی بڑے پیمانہ پر کوشش ہو، اور یہ کام ہر سطح پر ہو، اس مقصد کے لیے یعنی علمی حلقوں میں اسلام کے روشن خیالی پر مبنی فکر کو متعارف کرانے کے لیے بعض واقفان حال کی تصریح کے مطابق جاوید صاحب کی خدمات حاصل کی گئیں۔ جاوید صاحب کی نئی اسلامی فکر میں عالمی کفر کے مقاصد کے حصول میں پیش قدمی کا سارا انتظام موجود ہے۔ مثلاً:

①..... مسلمانوں کے زوال کو مکمل طور پر ان کی اپنی کمزوریوں کا ثمرہ قرار دینا، اس سلسلہ میں مادیت پرست عالمی طاقت کے کردار کی نفی کرنا، جہاد کا اسلامی فریضہ جو مسلمانوں کے لیے زندگی اور موت کا مسئلہ رہا ہے، اسے غیر اہم اور غیر ضروری ثابت کرنے میں توانائیاں صرف کرنا، دنیا بھر میں مصروف جہادی تحریکوں کی تردید میں صلاحیتیں صرف کرنا، موسیقی اور آلات موسیقی جو ملت اسلامیہ کے نوجوانوں کی اکثریت کی قوتوں کو جنسی مقاصد میں استعمال کا موجب بن گیا ہے، اسلامی نقطہ نگاہ سے اس کے جواز

کا فتویٰ دے کر اس کے خلاف نفرت کے رجحان کو ختم کرنے کے لیے کوشاں ہونا، ذہین افراد کو روشن خیالی پر مشتمل اس نئے فکر کا حامل و ترجمان بنانے کے لیے اپنے تعلیمی ادارہ میں بڑے وظائف دے کر ان کی خدمات حاصل کرنا، اسلامی نظریاتی کونسل کا رکن بن کر روشن خیالی کی علمبردار حکومت کے ساتھی ہونے کے تصور کو مستحکم کرنا وغیرہ۔

②..... تزکیہ کے جس ادارہ نے ۱۳ سو سال سے مسلمانوں کی اکثریت کی اصلاح نفس اور تہذیب نفس کا کارنامہ سرانجام دیا ہے اور جس ادارہ نے جنید بغدادی، حسن بصری، سید عبدالقادر جیلانی، امام غزالی، مولانا رومی، مجدد الف ثانی اور شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ جیسی قابل فخر شخصیتیں پیدا کیں، جنہوں نے اربوں انسانوں کی اصلاح کے ساتھ ساتھ مسلم نفسیات کے علوم کو مدون بھی کیا، خالص کلامی مباحث اور تصوف کے جزوی مسائل کو بنیاد بنا کر اس پورے ادارہ کی تکذیب و تردید میں توانائیاں صرف کرنا اور اس کے خلاف نفرت و حقارت اور بیزاری کی فضا پیدا کرنا، اس ادارہ کی کمزوریوں کی نشان دہی کرنے پر اکتفا کرنے کی بجائے اس ادارہ کی مسلمہ اہمیت کا انکار کرنا اور اس کی افادیت کا کلی انکار کرنا اور اسے صحیح تصور اسلامی کو بگاڑنے کا ذمہ دار ٹھہرانا۔

③..... موصوف کو مکتبہ فراہی کی تربیت کے زیر اثر اور خود ان کی اپنی فلسفیانہ ذہنیت کی وجہ سے جو سب سے بڑا مغالطہ ہوا ہے، وہ یہ ہے کہ ائمہ فقہاء نے اپنے دور کے حالات کی بنا پر جو فقہ تشکیل دی تھی، اسے امت بارہ تیرہ سو سال سے اختیار کر کے قرآن سے بہت دور چلی گئی ہے اور قرآن جو ہر دور کے حالات میں استنباط مسائل اور اخذ مسائل کی واحد مستند کتاب ہے، اس پر غور و فکر کے ذریعہ اس سے رہنمائی کا کام اس پورے عرصہ میں معطل ہو چکا ہے۔ مسلمانوں کے تقریباً سارے طبقات ذہنی اعتبار سے عہد جدید میں رہنے کی بجائے بارہ سو سال پہلے کے حالات میں رہ رہے ہیں، اس لیے ضرورت ہے کہ فقہی اور ذہنی جمود، علمی پس ماندگی اور قرآن سے دوری کے سلسلہ میں

مسلمانوں کی نفسیاتی صورت حال سے بغاوت اختیار کر کے اور امت کے تعامل سے قطع نظر کر کے قرآن پر از سر نو غور و فکر کر کے ان سے براہ راست مسائل اخذ کیے جائیں، اور عہد جدید کے معاشرتی، عائلی، معاشی اور تہذیبی مسائل میں احادیث اور سلف سے بے نیاز ہو کر شریعت کی از سر نو تدوین کا کام سرانجام دیا جائے۔

موصوف کا اصرار ہے کہ امت اب تک صحابہ کرام کے تعامل اور مجددین امت کی تصریحات و تحقیقات کی روشنی میں جس سبیل المؤمنین پر گامزن ہے، وہ قرآن کے منافی راہ ہے۔ اور امت کا یہ سرا علمی و فقہی ذخیرہ نوے فیصد قرآنی نقطہ نگاہ سے غلط ہے اور مسترد شدہ ہے۔

موصوف مکتبہ فرائی کے تحت جرأت رندانہ کا مظاہرہ کرتے ہوئے سلف صالحین، مجددین امت اور انعام یافتہ لوگوں کی راہ سے بُد اختیار کر کے نو مجتہدین کا ایک گروہ تیار کر رہے ہیں اور تشریح

امت کی پوری تاریخ کی تغلیط کرتے ہوئے جاوید صاحب رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث کو فراموش کر جاتے ہیں، جس میں آپ نے فرمایا کہ میری امت کبھی بھی گمراہی پر متفق نہیں ہوگی اور امت میں ہر دور میں ایسا گروہ موجود قائم رہے گا جو حق و صداقت کو تھامنے کا فریضہ سرانجام دیتا رہے گا۔ اس گروہ کو نقصان پہنچانے والے انھیں نقصان نہ پہنچائیں گے۔

مزید آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ ہر صدی کے آغاز میں ایک مجدد پیدا ہوگا، جو دین کی تجدید کا فریضہ انجام دیتا رہے گا۔ امت کی پوری تاریخ ان احادیث کی صداقت کی دلیل ہے۔ [جاری ہے]



بسم الله الرحمن الرحيم

وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنشَئَةُ فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ

بانی بحر العلوم

شیخ القرآن والحديث علامہ محمد یوسف (کلکتہ والے)

ادارہ اسلامیہ

بحر العلوم سعودیہ (رجسٹرڈ)

قرآن و حدیث علم و حکمت اور علوم شرقیہ کے بحر عمیق

میں داخلہ جاری ہے

بحر العلوم سعودیہ، علامہ یوسف روڈ، عامل سٹریٹ، کراچی نمبر 1

فون نمبر: 021-4981264 / 021-2620059

شعیب بن یوسف

**الداعی
الی الخیر**

وحدت الوجود کی تردید میں

جامع بخاری کی ایک حدیث کا انکار

عطا محمد جنجوعہ

فکر اسلامی کی تشکیل جدید کا ترجمان سہ ماہی ”اسلام انٹرنیشن“ کی اشاعت خاص نمبر مارچ ۲۰۰۴ء میں شائع ہوئی جس میں عقیدہ توحید کے مکمل پہلوؤں کی صریح وضاحت ہے۔ جب کہ حصہ دوم مطبوعہ جون ۲۰۰۴ء میں وحدت الوجود کا تاریخی پس منظر پیش کیا گیا۔

”ابن عربی کے نزدیک توحید کا ارفع مفہوم یہ ہے کہ کلمے میں غیر اللہ کی تعبیر میں باطل الہوں کی نفی نہ کی جائے۔ بلکہ ساری کائنات کے موجود ہونے کی نفی کی جائے اور موجود حقیقی صرف اللہ کو ثابت کیا جائے۔ ابن عربی کی یہ تعبیر قرآن کے سراسر خلاف ہے وہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا واجب الوجود ہونا کائنات کے امکانی وجود کے مقابلے میں نہیں۔ اللہ تعالیٰ تو اس وقت بھی تھا جب کہ کائنات پیدا بھی نہیں ہوئی تھی۔“ [اشاعت خاص توحید نمبر ۲، ص: ۲؛ مطبوعہ ادارہ اسلامیہ حوبلی بہادر شاہ جھنگ]

مولف ظفر اقبال خان نے مذکورہ انکار کا شجرہ نسب شکر اشاریہ اور ارسطو سے ملایا ہے۔ اُن کی علمی کاوش ارباب دانش کے لیے تحقیقی مواد ہے تاہم عام لوگ اس سے خاطر خواہ استفادہ نہیں کر سکتے لیکن چند مقامات پر اُن کے نظریات پڑھ کر دل مجروح ہوا ہے۔ مولف نے ابن عربی کے پیروکاروں پر جو اعتراض عائد کیا ہے۔

”ابن عربی کے جن جن ملحدانہ نظریات پر تکفیر کی گئی۔ بعض علماء

قرونِ اولیٰ میں محدثین عظام کتاب و سنت اور خلفائے راشدین کے طرز عمل کو مد نظر رکھ کر پیش آمدہ مسائل استنباط کرتے تھے۔ اگر کسی موقع پر اختلاف رونما ہوتا تو وہ اللہ اور رسول مقبول ﷺ کا فرمان سن کر سر تسلیم خم کر لیتے۔

ماضی میں جب بھی نو مسلم عجمی تحریکوں سے متاثر یا مرعوب ہوئے تو ان میں کئی قسم کی فکری اور روحانی بیماریوں نے جنم لیا۔ جب بعض علماء نے شرک کی بیخ کنی کو اپنی زندگی کا مقصد بنایا لیکن فریقِ ثانی کے دلائل کا علمی انداز میں جواب دیتے ہوئے بعض احادیث کے وجود سے ہی انکار کر دیا۔ جیسے جاہل لوگ دشمنوں سے انتقام لینے کے لیے میاں بیوی کے درمیان نفاق ابھارنے کا عمل کرواتے ہیں۔ جب بعض اوقات نتائج اُن کی منشا کے مطابق برآمد ہوتے ہیں تو جادو گروں کی دکانیں خوب چمکتی ہیں۔ لوگ اپنی خواہشات کی تکمیل میں اندھے ہو کر اُن کو اپنا پیر و مرشد بنا لیتے ہیں۔ اس موقع پر شرک کی تردید اور توحید کے اثبات کے جوش میں جادو کا سرے سے انکار کرنے کی بجائے علماء کا فرض تھا کہ وہ جادو کے عمل سے محفوظ رہنے اور اس کے اثرات کو زائل کرنے کے مسنون عمل سے آگاہ کرتے جیسا کہ خنزیر بنحس العین ہے۔ لیکن اس کے وجود سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اسی طرح علم نجوم و جادو کا وجود ہے۔ لیکن اس کا کرنا کرانا شریعت میں قطعی طور پر حرام ہے۔

نے کافی دفاع کیا ہے۔ اس دفاع کی خاطر انھوں نے نصوص صریحہ کی تحریف تو برداشت کر لی لیکن ابن عربی کے الحاد پر انھوں نے آنچ نہ آنے دی۔“ [ص: ۱۱]

آہ! مولف وحدت الوجود کی تردید کے جنون میں آ کر مذکورہ جرم کے خود مرتکب ہوئے ہیں۔ (وحدت الوجود کا) یہی تصور بخاری کی مشہور حدیث میں ہے کہ بندہ تقرب بالنوافل کی وجہ سے جب ایسے مقام پر پہنچ جاتا ہے تو اللہ فرماتے ہیں:

كنت سمعه الذی یسمع بی وبصره الذی یبصر به ویده الذی یبطش بها۔

”جب یہ بندہ تقرب کے انتہائی مقام پر پہنچ جاتا ہے تو میں اس وقت اس بندے کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے اور میں اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے اور میں اُس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے اور تھا متا ہے۔“

”بخاری کی یہ خطرناک حدیث جس سے صوفیہ حلویہ، منصور حلاج کا انا الحق ثابت کرتے رہے اور ابن عربی اس سے مظہر صفات الہیہ کا عقیدہ اختراع کر کے اولیاء اور انبیائے کرام علیہ السلام کا کائنات پر تکوینی تصرف ثابت کرتے ہیں جو اہل بدعت استعانت بغیر اللہ کا جواز پیش کرتے ہیں ان کا ماخذ بھی یہی حدیث ہے اس حدیث کا مرکزی راوی خالد بن مخلد ہے جو ایک غالی شیعہ ہے۔“ [سہ ماہی اسلامائزیشن اپریل جون ۲۰۰۴ء ص: ۵۰، ۴۹]

علماء حق نے امام بخاری کے تقویٰ و طہارت فکر پر اظہار خیال کیا ہے کہ

”امام بخاری رحمہ اللہ جس کسی حدیث کے لکھنے کا ارادہ کرتے تو غسل کر کے دو رکعت نفل ادا کرتے اور اس کے بعد حدیث لکھتے اس طرح سولہ سال کے عرصہ میں اس تالیف لطیف سے فراغت پائی۔“

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ سمیت علمائے امت کا صحیح بخاری شریف کی عظمت وصحت روایات پر اجماع ہے۔

سہ ماہی اسلامائزیشن کے مؤلف نے بخاری شریف کی مذکورہ حدیث میں راوی خالد بن مخلد پر کلام کرتے ہوئے دوائیہ کرام کے اقوال نقل کیے ہیں لیکن وہ قول درج کیوں نہیں کیا کہ خالد مخلد کو ابوداؤد نے مصدوق کہا ہے۔

محدثین کرام کی قبروں پر رب کی رحمت کا نزول سدا جاری رہے۔ جنھوں نے جامع واکمل انداز میں احادیث کی توضیح کی جو قیامت تک ہر قسم کے فتنوں کے استیصال کے لیے کافی ہے۔

اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ بندہ عین خدا ہو جاتا ہے جیسے معاذ اللہ حلویہ اور اتحادیہ کا دعویٰ ہے۔ کہاں خدا اور کہاں بندہ بلکہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب بندہ میری عبادت میں غرق ہو جاتا ہے اور مرتبہ فوقیت پر پہنچتا ہے تو اس کے حواس ظاہری اور باطنی سب شریعت کے تابع ہو جاتے ہیں۔ وہ ہاتھ، پاؤں، کان آنکھ سے وہی کام لیتا ہے جس میں میری مرضی ہے خلاف شریعت کوئی کام اس سے سرزد نہیں ہوتا۔“

[تیسیر الباری کتاب الرقاق: ۵۰۵]

بیٹھا بیٹھا ہپ، کڑوا کڑوا تھوہ، کے مصداق مؤلف نے حدیث کا وہ پہلا حصہ بغیر تخریج کے درج کر دیا جس سے قاری کو اپنے موقف پر قائل کرنا ممکن ہو سکتا ہے اور ذہن کو شک و شبہ میں مبتلا کیا جاسکتا ہے۔ لیکن مؤلف نے مذکورہ حدیث کے ملحقہ حصہ کو درج نہیں کیا جس میں حلویہ کی نفی کی گئی۔

”وہ اگر مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں اس کو دیتا ہوں وہ اگر کسی (دشمن یا شیطان) سے میری پناہ چاہتا ہے تو اس کو محفوظ رکھتا ہوں۔“

حدیث کے ملحقہ فقرے سے حلویہ اور اتحادیہ کا رد ہو گیا۔ اگر بندہ عین خدا ہو جاتا ہے تو پھر اُسے دعا مانگنے اور پناہ کی کیا ضرورت

جمہوری نظام میں ریاستی قوانین عوام کی مرضی کے مطابق وضع ہوتے ہیں پاکستان کا آئین اس کی وضاحت کرتا ہے۔

And where as it is the will of the people of Pakistan to establish an order.

عوام قانون سازی کے اختیارات بذریعہ انتخابات اپنے نمائندوں کو سپرد کر دیتے ہیں۔ منتخب پارلیمنٹ قانون پاس کرتی ہے اور پہلے سے رائج قوانین میں بھی رد و بدل کر سکتی ہے۔

اسلام میں آئینی و قانونی حاکمیت کا اختیار رب ذوالجلال کے پاس ہی ہے جس میں تغیر و تبدل کرنے کے اختیار کسی اور کو منتقل نہیں ہوتے چاہے وہ کتنا نیک اور متقی کیوں نہ ہو، اور شریعت کا نفاذ عوام یا اُن کے منتخب نمائندوں کی منظوری کا محتاج نہیں ہے بلکہ ہر کلمہ گو مسلمان وحی الہی کے احکام (قرآن و سنت) کی اطاعت کرنے کا پابند ہے۔

ابن عربی کے وحدت الوجود کے نظریہ سے سارے باطل اللہ اللہ کا مظہر بن جاتے ہیں اور اُن میں حاجت روائی و مشکل کشائی کے اختیارات خود بخود سرایت کر جاتے ہیں۔ یعنی جمہوری نظام میں اللہ کے قانون سازی کے اختیارات عوام کو منتقل ہو جاتے ہیں۔ ابن عربی کے نظریہ وحدت الوجود پر اعتقاد کرنا یقیناً شرک ہے تو قانونی طور پر وحدت الوجود کے داعی نظام کی حمایت کرنا جرم کیوں نہیں؟

چوں کہ ابن عربی کے نظریہ وحدت الوجود کا تاریخی پس منظر اور شجرہ نسب تلاش کرنے میں آپ کی علمی تحقیق قابل ستائش ہے اس لیے آپ کو دعوت فکری دیتے ہیں کہ امریکہ جس نے بمباری کر کے افغانستان کی شرعی حکومت کو ختم کیا اور جمہوری نظام رائج کیا اس میں کون سا راز مخفی ہے؟ تحقیق کریں۔



تھی۔ مؤلف نے عقیدہ حلول کے رد کی خاطر جامع بخاری کی عظمت و صحت کو مشکوک بنانے کی مذموم کوشش کی ہے۔ اتباع رسول کا تقاضا ہے کہ احادیث رسول کو سمجھیں اور عمل کریں اور انسانی خود ساختہ نظریات کی تائید و تردید میں آکر احادیث پر جرح کرنے سے گریز کریں۔

مؤلف نے ایک جگہ وحدت الوجود کی نفی میں جامع بخاری کی مذکورہ حدیث کی صحت سے انکار کیا جب کہ دوسرے شمارے میں وحدت الوجود کے نظریہ کی تائید کی۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد باق خاکوانی کلمہ طیبہ میں لفظ ”اللہ“ کا عام فہم معنی کے تحت لکھتے ہیں:

ایکشن کے دوران اللہ کا معنی:

”دور جدید میں سیاسی میدان میں اللہ کا ایک عام معنی یہ بھی ہے کہ ہم ہر انتخاب کے موقع پر اس امیدوار کو ووٹ دیں جس کے بارے میں یقین ہو کہ وہ نیک ہے، مخلص ہے اور لوگوں کے مسائل حل کرنے میں دلچسپی لیتا ہے۔ سابقہ زمانوں میں انقلاب تلوار یا بندوق کی گولی سے آتا تھا مگر آج کل انقلاب ووٹ کی پرچی سے آتا ہے۔ اس لیے اگر ہم لوگ ووٹ کو استعمال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے احکام کو بھول جائیں اور کسی متقی، نیک، پاکباز، دیانت دار شخص کو ووٹ نہ دیں بلکہ برادری کی بات مانیں۔ اپنی ذاتی خواہشات کی اطاعت کریں تو جس شخص نے انتخابات کے دوران اس جذبہ کے تحت ووٹ دیا تو اس نے غیر اسلامی انقلاب یعنی ابوجہل اور ابولہب اور نمرود و فرعون کے نظام کو نافذ کرنے کے لیے اپنی رضا مندی ظاہر کی تو یہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ اس نے ان لوگوں کو اپنا اللہ مانا اور کلمہ طیبہ میں اللہ تعالیٰ کو اللہ ماننے کے اقرار سے سیاسی میدان میں روگردانی کی۔“

[سہ ماہی اسلامائزیشن، جنوری، مارچ ۲۰۰۴ء، ص: ۱۳۶]

علمی دنیا کا بے تاج بادشاہ

الشیخ محمد بن صالح العثیمینؒ

مرزا صغیر احمد مغل

دنیا میں ہزاروں قومیں آباد ہیں مگر عرب قوم کو جو عزت دنیا میں نصیب ہوئی وہ کسی کے حصہ میں نہ آئی کہ جہاں امام کائنات ﷺ مبعوث ہوئے۔ ویسے تو بنی اسرائیل میں بھی لاکھوں نبی پیدا ہوئے مگر جو عرب کے لوگوں نے امام کائنات ﷺ سے وفا کی کہ آپ کے مشن کو دنیا میں عام کرنے کے لیے تن من دھن کی قربانی دی۔ آپ کا فیضان آج بھی جاری ہے اور آپ کے جانشین بھی آپ کے نقش قدم پر چلنے اور عمل کرنے کی تلقین کا فریضہ احسن طریقہ سے انجام دے رہے ہیں۔

انہی جانشینوں میں عرب کے ایک بے تاج بادشاہ الشیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ بھی شامل ہیں۔ جن کو الشیخ علامہ ابن باز رحمہ اللہ کے بعد عالم اسلام کی دوسری بڑی شخصیت ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔ آپ ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۴۷ھ کو مملکت سعودیہ کے مشہور علاقے عینیزہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے گھر کا ماحول بہت ہی علمی اور دینی اقدار کا حامل تھا۔ آپ کے دادا جان الشیخ عبدالرحمن آل واضح کو علم و عمل کا نمونہ تھے۔ آپ نے ان کے زیر سایہ پانچ سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا۔ عینیزہ کی مرکزی مسجد کے خطیب اور مشہور سعودی مفکر الشیخ عبدالرحمن السعدی رحمہ اللہ سے آپ نے عقیدہ، تفسیر، حدیث و فقہ، صرف و نحو وغیرہ پر عبور حاصل کیا۔ دورانِ تعلیم آپ کے والد گرامی محترم صالح العثیمین ریاض منتقل ہونے لگے تو آپ کے استاد نے دین سے آپ کے قلبی لگاؤ کو محسوس کرتے ہوئے

آپ کو عینیزہ میں ہی روک لیا تاکہ آپ کے علم میں اور پختگی پیدا ہو جائے۔

۱۹۸۲ء میں پچیس سال کی عمر میں آپ نے اپنے استاد الشیخ علی احمد مالکی کے حکم پر سعودی عرب کے پہلے سرکاری ادارے ریاض میں داخلہ لے لیا اور صرف دو سال کے عرصہ میں ہی لگن اور محنت سے اپنا کورس مکمل کر لیا۔ آپ نے عرب کے مشہور کبار علماء سے فیض حاصل کیا۔ ان میں الشیخ محمد الامین الشنقیطی رحمہ اللہ، الشیخ علی بن حمد الصالح رحمہ اللہ اور مفتی اعظم سعودیہ الشیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ شامل ہیں۔ آپ الشیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ کی حدیث رسول ﷺ سے خصوصی لگن اور ذاتی سادگی سے بہت متاثر تھے۔

۱۹۵۱ء میں ہی دورانِ تعلیم آپ کی خطابت و فقہات کا ریاض میں چرچا ہو چکا تھا۔ آپ نے تعلیم مکمل کرنے کے بعد اپنے آبائی شہر عینیزہ میں ۱۹۵۶ء میں اپنے استاد الشیخ عبدالرحمن السعدی کی جگہ مرکزی مسجد میں خطابت درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ وہاں آخری دم تک ۲۵ سال دعوت و ارشاد کا کام کیا۔ سعودیہ کی تمام یونیورسٹیوں میں سالانہ آپ کے درس رکھے جاتے۔ مختلف اسلامی ممالک کی مرکزی کانفرنسوں میں ٹیلی فونک خطاب فرماتے۔ آپ پچیس سال تک امام محمد بن سعود اسلامی ممالک یونیورسٹی میں پروفیسر رہے۔ آپ کا اپنے شاگردوں کے ساتھ حسن سلوک، محبت اور شفقت، عرب میں ضرب المثل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کا اندازہ

صرف اس ایک واقعہ ہی سے لگایا جاسکتا ہے کہ خادم الحرمین الشریفین شاہ خالد نے طلباء کے انتظام، قیام و طعام اور کتب، رہائش وغیرہ کے لیے جب آپ کی مسجد کو وسیع اور پختہ بنوایا مگر جب آپ کی ذاتی رہائش کے لیے وسیع قطعہ اراضی دینے کی پیش کش کی تو آپ نے اس کو رد کر دیا۔ آپ کی دینی خدمات کے اعتراف کے طور پر سرکاری طور پر آپ کو شاہ فیصل ایوارڈ دیا گیا۔ سعودی عرب میں سرکاری ریڈیو، ٹی وی پر آپ کے فتویٰ جات کا سلسلہ آج بھی جاری ہے۔ سعودی عوام شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ کے بعد آپ سے ہی فتویٰ طلب کرتے۔ آخری دنوں میں آپ سرکاری ادارے ”پیدۂ کبار العلماء“ کے رکن تھے۔ آپ کو ”احساء“، یعنی عدالتوں کو چیف جسٹس کا عہدہ دیا گیا جو آپ نے قبول نہیں فرمایا۔

آپ فتویٰ دلائل اور کتاب و سنت کی روشنی میں دیتے۔ سنت رسول ﷺ، حدیث رسول ﷺ اور شخصی تقلید کے بارے بہت مضبوط رائے رکھتے تھے۔ ایک دفعہ ۱۹۸۸ء میں جامعہ اسلامیہ مدینہ طیبہ میں ایک علمی مجلس منعقد کی گئی جس میں تمام مسالک کے طلباء موجود تھے۔ ایک طالب علم نے پوچھا کہ توحید اسماء و صفات کی شرح کے بارے میں بتائیں تو آپ نے فرمایا کہ یوں ہرگز نہ کہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے اور اپنے علم کے لحاظ سے ہر جگہ موجود ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ اللہ کی ذات کو جیسے لائق ہے وہ ویسے ہی وہاں موجود ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے وجود کو علم کے ساتھ مقید کرنا باطل تاویل ہے جو کہ سابقہ گمراہ فرقوں معتزلہ، جہمیہ، مشبہ اور ماتریدیہ کا قول ہے۔

آپ عالم اسلام کے مسائل پر بہت دل گرفتہ رہتے۔ مسلمانوں کی دینی، جہادی تنظیموں کے ساتھ مالی تعاون بھی کرتے، اور ان کے لیے دعاؤں کا سلسلہ بھی جاری رکھتے۔

آپ نے ۱۹۶۰ء میں شام کے شہر حمہ کے لوگوں کے مطالبہ پر سب سے پہلے شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی کتاب تلخیص کی جو

عقیدہ توحید کے متعلق تھی۔ اس کے بعد تقریباً ۵۰ کے قریب آپ کی تصانیف ہیں۔ آپ نے ہر شرعی مسئلہ پر ایک مستقل کتابچہ تحریر فرمایا ہے تاکہ ایک ہی کتاب میں قاری کو تمام معلومات مل جائیں آپ کی تصانیف کا دنیا کی تمام زبانوں میں ترجمہ کا کام جاری ہے۔ آپ کے فتویٰ کی ۱۸ جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ چند کتب جن کو عالمی شہرت نصیب ہوئی درج ذیل ہیں:

①..... عقیدہ اہل سنت والجماعت

②..... الضیاء اللامع من خطب الجوامع

③..... الوصول فی علم الاقول

④..... القواعد الممتلی فی صفات اللہ العلیاء

آپ سلف صالحین کا نمونہ تھے۔ کوئی شخص آپ کی طبیعت بردباری اور علم و عمل کو دیکھ کر اندازہ نہ لگا سکتا تھا کہ آپ اتنی بڑی علمی شخصیت ہیں۔ لوگوں کی ضرورتوں کا خاص خیال رکھتے۔ آپ کی ذات بلاشبہ عوام الناس میں بڑی مقبول اور محبوب تھی۔ آپ اساتذہ کا اتنا احترام کرتے کہ فتویٰ کے سلسلہ میں خود ابن باز رحمہ اللہ سے ہی رجوع فرماتے۔

آپ بیمار ہوئے تو آپ کو سرکاری طور پر امریکا علاج کے لیے بھیجا گیا اور آپ کے آرام کا خاص خیال رکھا۔ لیکن آپ نے امریکا جا کر آرام کرنے کی بجائے ڈاکٹروں کے منع کرنے کے باوجود خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ صحت یاب ہو کر واپس آئے اور آ کر وعظ و نصیحت کا سلسلہ شروع کیا۔ دسمبر ۲۰۰۰ء میں دوبارہ آپ کی طبیعت خراب ہوئی۔ آپ کو کنگ فیصل ہسپتال ریاض میں داخل کرایا گیا۔ دوران علاج رمضان المبارک کا مہینہ آیا تو آپ نے مکہ جانے کا اصرار کیا۔ بیماری اور نقاہت کے باوجود باب عمر کی دوسری منزل پر خصوصی کمرہ کا بندوبست ہوا اور وہاں سے پورے حرم میں آپ کی آواز سے فتاویٰ اور درس و تدریس کا سلسلہ شروع ہوا۔

۲۹ رمضان کو آپ کی طبیعت زیادہ خراب ہوئی تو آپ کو کنگ

اللہ تعالیٰ آپ کو عالین میں اعلیٰ مقام عطا کرے، اور آپ کے درجات بلند کرے، آمین۔



فیصل ہسپتال جدہ لایا گیا اس کے بعد آپ کی طبیعت نہ سنبھلی۔ وفات سے چند روز قبل آپ نے وصیت تحریر کی جس میں عالم اسلام کو تفسیر پڑھنے اور قیام اللیل اور سورہ بقرہ اور آل عمران کی آخری آیات کی تلاوت اور ذکر واذکار اور شرع پر پابندی کی تلقین کی گئی۔

انتقال پر ملال

حضرت مولانا حافظ محمد یحییٰ صاحب عزیز میر محمدی رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ محترمہ بروز اتوار یکم محرم الحرام ۱۴۲۸ھ بمطابق ۲۱ جنوری ۲۰۰۷ء کو طویل علالت کے بعد وفات پا گئیں۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

مرحومہ ایک صالحہ و عابدہ، شب زندہ دار بزرگ خاتون تھیں۔ ایک طویل عرصے سے علیل چلی آرہی تھیں کہ وقت موعود آنے پر اپنے اللہ کو پیاری ہو گئیں۔ احباب مرحومہ کی مغفرت و بلندی درجات کے لیے دعا فرمائیں۔ [ادارہ]

طویل علالت کے بعد آپ نے ۱۰ جنوری ۲۰۰۷ء بروز بدھ کو جان جان آفریں کے سپرد کی اور راہی ملک عدم ہوئے جمعرات کو بعد از نماز عصر مسجد الحرام میں نماز جنازہ ادا کی گئی اور مکہ کے قبرستان جنت المعلیٰ میں متعدد اصحاب رسول کے ساتھ اشخ عبدالعزیز باز کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

آپ نے ورثاء بیوہ کے علاوہ چار بیٹے اور دو بیٹیاں چھوڑیں۔ دنیائے اسلام میں آپ کے شاگردوں کی کثیر تعداد موجود ہے جو آپ کا صدقہ جاریہ ہیں۔ آپ کی وفات پر تمام عالم اسلام میں غائبانہ نماز جنازہ ادا کی گئیں۔

عائشانہ نماز جنازہ ادا کی گئی۔



دینی لٹریچر کے خواہش مند حضرات توجہ فرمائیں

- ۱۔ غیر اللہ کی مذنیاز حرام اور شرک ہے۔ ہر قسم کے نذر نیاز کا حقدار صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اور نیاز حسین، آستانوں اور درباروں کے تمام قسم کے چڑھاوے اسلام میں ناجائز ہیں۔ اس کی تفصیل ہمارے تازہ لٹریچر میں دیکھئے۔ 2۔ اصلاح عقیدہ توحید۔ اکثر لوگ اپنے آپ کو مسلمان بھی کہتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ شرک و بدعت میں بھی مبتلا ہیں دراصل ایسے لوگ توحید و شرک کی حقیقت سے نا آشنا ہیں ایسے لوگوں کو ہمارا تازہ لٹریچر پڑھانا چاہئے۔
- 3۔ وسیلہ کی حقیقت قرآن و سنت کی روشنی میں۔ ایمان اور عمل صالح چھوڑ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ولی، شہید اور پختن پاک پر تعلق کر کے بیٹھ جانا کہ ان وسیلہ سے ہی سب کچھ ہوگا وسیلہ کے اس جاہلانہ عقیدہ کی تردید قرآن مجید و حدیث کی دلائل سے موزن اشتہار اور پمفلٹ میں پڑھئے۔ 4۔ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم ولی اور شہید ہر جگہ حاضر ناظر ہیں؟ بعض لوگ بیماری مصائب اور دیگر پریشانیوں میں نبیوں ولیوں اور شہداء اکو مدد کے لئے پکارتے ہیں ان کا یہ عقیدہ توحید کے سرسرمنافی اور شرک ہے۔ مسئلہ حاضر ناظر کی حقیقت ہمارے تازہ لٹریچر میں ملاحظہ فرمائیے۔ جس میں قرآن و حدیث کی روشنی میں ایسے عقیدہ کی بھرپور تردید کی گئی ہے۔ مذکورہ تمام اشتہار اور پمفلٹ اشاعت فز کے لئے 60 روپے نقد یا اس کی ڈاک ٹکٹیں بھیج کر طلب کریں۔

اپنا نام و پتہ صاف اور مکمل لکھئے۔ اگر لٹریچر نہ ملے تو دوبارہ خط لکھئے یا موبائل اور فون پر رابطہ کیجئے۔

نوٹ۔ لٹریچر کا مکمل سیٹ بمع ڈاک خرچ -/350 روپے بھیج کر طلب کیجئے۔

الدرعی الی الخیر:- حافظ عبدالغنی آل حسن پوسٹ بکس نمبر 45 G.P.O ڈیرہ غازی خان فون نمبر 064-2466650 موبائل 0334-6739912

قاری محمد ادریس (آف بھائی پھیرو) کی یاد میں

انس احمد

۱۹۷۸ء میں ان کا داخلہ مدینہ یونیورسٹی میں ہو گیا۔ پاکستان کے معروف علمائے کرام قاری محمد ادریس عاصم، حافظ عبدالستار الحمد، حافظ عبدالغفار اعوان وغیرہم ان کے ہم درس تھے۔

کلیۃ القرآن الکریم والدراسات الاسلامیہ مدینہ یونیورسٹی سے فراغت کے بعد وہ جامعہ ابی بکر الاسلامیہ کراچی میں تدریس کے فرائض سرانجام دینے لگے۔ کچھ عرصہ کراچی میں گزارنے کے بعد وہ محکمہ اوقاف کی طرف سے متحدہ عرب امارات چلے گئے اور وہاں فقیہہ میں امامت و خطابت کی مسند سنبھال لی۔ نیز اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے ۱۹۸۶ء میں پنجاب یونیورسٹی سے ایم۔ اے عربی کا امتحان بھی پاس کر لیا۔

حفظ و تجوید کے وہ بڑے ماہر استاذ تصور کیے جاتے تھے۔ فقیہہ میں قیام کے دوران طلباء کی کثیر تعداد نے ان سے حفظ و تجوید کی سعادت حاصل کی۔ عقیدہ توحید سے انھیں گہرا شغف تھا۔ ان کی اکثر گفتگو توحید سے پیار اور شرک سے بیزاری پر مبنی ہوتی۔ قرآن وحدیث سے انھیں دلی لگاؤ تھا۔ ان کا درس قرآنی آیات اور احادیث سے لبریز ہوتا۔ تفاسیر قرآن کتب حدیث کی شروح پر مشتمل انھوں نے عربی کتب کا ایک وسیع ذخیرہ چھوڑا جو ان کے عمدہ دینی ذوق کا آئینہ دار ہے۔

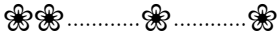
۱۹۸۵ء تا ۲۰۰۲ء میں وہ مسلسل فقیہہ متحدہ عرب امارات میں دینی سرگرمیوں میں مصروف کار رہے کہ وہ شدید بیمار ہو گئے اور واپس اپنے گھر آ گئے۔ عارضہ قلب اور شوگر کی وجہ سے پاؤں پر بننے والے زخم کے باعث انھیں اپنی ایک ٹانگ سے محروم ہونا پڑا۔ بیماری کا

۱۵ اکتوبر ۲۰۰۶ء بمطابق ۱۱ رمضان المبارک بروز جمعرات راقم کے والد محترم اور اپنے علاقے (بھائی پھیرو، قصور) کے معروف عالم دین قاری محمد ادریس وفات پا گئے۔ انا لله وانا الیہ راجعون مرحوم عمدہ دینی ذوق رکھنے والے، عالم باعمل شخصیت تھے۔ وہ ۱۹۵۳ء میں پتوکی ضلع قصور کے ایک پسماندہ گاؤں موضع ”واندر“ میں ایک بدعت پرستانہ ماحول میں پیدا ہوئے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے عقیدہ صحیحہ اور کتاب وسنت کی تحصیل کا راستہ ان کے لیے آسان فرمایا۔

ابتدائی تعلیم کے لیے انھوں نے اوکاڑا میں ایک بریلوی مکتب فکر کے مدرسے میں داخلہ لیا۔ ایک سال میں تقریباً اکیس پارے حفظ کرنے کے بعد منڈی جہانیاں میں دیوبندیوں کے مدرسے میں انھوں نے حفظ قرآن کریم کی تکمیل کی۔ درس نظامی کی ابتدائی کتب انھوں نے مولانا عبدالقیوم (ناروکی ماجہ تحصیل پتوکی) سے پڑھیں، اور ان کے اخلاق اور کتاب وسنت پر عمل سے متاثر ہو کر مسلک اہل حدیث کی طرف مائل ہوئے۔ درس نظامی اور فاضل عربی کی تکمیل انھوں نے جامعہ محمدیہ اوکاڑہ سے کی۔ نیز علم تجوید و قراءت کی تحصیل کے لیے انھوں نے گوجران والا میں استاذ القراء جناب قاری محمد اسلم رحمہ اللہ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیے۔ اس کے بعد میٹرک اور اوئی کا امتحان پاس کر کے گورنمنٹ سکول راجہ جنگ میں ملازم ہو گئے اور ساتھ ”دارالعلوم ضیاء السنہ راجہ جنگ“ میں تدریس کے فرائض سرانجام دینے لگے۔ لیکن علم دین کی تحصیل نے انھیں ہمیشہ بے قرار رکھا اور انھوں نے مدینہ یونیورسٹی میں داخلے کی درخواست بھیجوا دی۔

جگہ عطا فرمائے، آمین

مثل انوارِ سحر مرقد فروزاں ہو تیرا
نور سے معمور ہو یہ خاکی شبستاں تیرا



دعائے صحت

① مولانا محمد طاہر صاحب مرحوم (ماچھیکے ضلع شیخوپورہ) کے صاحبزادے راقم کے والد محترم مولانا سعد اللہ صاحب ان دنوں شدید علیل ہیں۔ احباب موصوف کی صحت کاملہ و عاجلہ کے لیے دعائے صحت فرمائیں۔ [ابوداؤد، رحمۃ اللہ علیہ، رحمت کالونی، شیخوپورہ]

② مولانا محمد عطاء اللہ صاحب حنیف خطیب جامع مسجد مرکزی اہل حدیث کوٹ رادھا کشن ضلع قصور، گزشتہ دنوں ایک حادثے میں شدید زخمی ہو گئے۔ لاہور کے جنرل ہسپتال میں زیر علاج ہیں۔ احباب ان کی کامل صحت یابی کے لیے دعا فرمائیں۔ [محمد یحییٰ عزیز ڈاھروی، کوٹ رادھا کشن]

عرصہ انھوں نے بہت صبر و حوصلے کے ساتھ برداشت کیا۔ جب تک ان کی صحت نے اجازت دی وہ ”رجل قلبہ معلق بالمسجد“ کی تفسیر بنے رہے۔ جامع مسجد اللہ والی ملتان روڈ، بھائی پھیروانہی کی کوششوں سے تعمیر ہوئی۔ وہ بھائی پھیر وکی مرکزی انجمن محمدیہ اہل حدیث کے امیر بھی رہے اور بھائی پھیر و میں اہل حدیث کی مساجد کی تعمیر میں خصوصی دل چسپی لیتے رہے۔ جماعتی احباب کے ساتھ وہ بہت شفقت و محبت کا اظہار فرماتے۔ وہ بے حد سادہ دل اور مالی معاملات میں بہت شفاف اور کھرے انسان تھے۔

افسوس آج صرف ان کی یادیں اور باتیں ہی ہمارے پاس باقی رہ گئی ہیں۔ ان کے پسماندگان میں تین بیٹیاں اور ایک بیٹا شامل ہے۔ الحمد للہ ان کی ساری اولاد دینی و دنیاوی تعلیم سے آراستہ ہے۔ ان شاء اللہ یہ ان کے لیے صدقہ جاریہ ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور اعلیٰ علیین میں

اعلیٰ معیار کی ضمانت

سٹیزن پنکھے، موٹریں اور
واشنگ مشینیں

تیار کردہ: سٹیزن الیکٹریکل انڈسٹریز رجسٹرڈ

جی ٹی روڈ، گوجرانوالہ

فون: 275261, 51538

ڈاکٹر کے لیے لیڈی ڈاکٹر کا رشتہ درکار ہے

نامور ڈاکٹر کے پوتے، میرے مرحوم ڈاکٹر بھائی کے فرزند اور اعلیٰ تعلیم یافتہ اہل حدیث جاٹ خاندان کے اقبال شناس، سخن ور اور باشرع، دبلے پتلے، دراز قد اور جوان صورت 41 سالہ M.B.B.S ڈاکٹر (میڈیکل آفیسر) کے لیے کم و بیش 26 سالہ سروسقامت، سلم سمارٹ، خوش جمال و خوش خصال، علم دوست و باذوق اور تقویٰ شعار M.B.B.S لیڈی ڈاکٹر کی تلاش ہے۔ ذات پات، سماجی مرتبہ یا مالی حیثیت وغیرہ سے قطع نظر جلد از جلد رابطہ فرمائیں۔

رابطہ

محمد سعید: 0463510813 --- 03336853466

تبصرہ کتب

تبصرے کے لیے کتاب کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے

میرا گھر

تصنیف: عامرہ احسان صاحبہ

ضخامت: ۱۶۸ صفحات

قیمت: درج نہیں

ناشر: مکتبہ عفت، بنگلہ نمبر ۲۶ نزد اسٹیٹ لائف بلڈنگ،

صدر روڈ راولپنڈی صدر

تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

گھر، ایک نعمت ہے۔ پھر اولاد اپنے والدین کے لیے آنکھوں کا سکون اور دل کا سرور ہوتی ہے۔ امن و سلامتی کا دین تو اسلام ہی ہے۔ اسلام کے سائے تلے جو سکون و راحت رکھ دی گئی ہے وہ کسی دوسرے مذہب و ملت میں ناپید ہے۔ صحیح اسلامی معاشرہ قائم کرنا، اسے اپنے ارد گرد نافذ و محسوس کرنا کوئی مشکل معلوم نہیں ہونا چاہیے۔ ہاں! مشکل اس وقت نظر آتی ہے کہ جب معاشرے کی گراوٹ، معاشرے کی ناہمواریاں اور معاشرتی برائیاں دیکھ کر دل دردمند نہ پیچے، دل میں ان برائیوں کے متعلق درد محسوس نہ ہو۔ اگر کوئی چاہتا ہے کہ ہماری اولاد، ہمارے رشتے دار، ہمارے دوست احباب اور سب سے بڑھ کر ہمارا اپنا گھر اسلام کے ابدی اصول و ضوابط والے ہو جائیں تو اس کے لیے عمدہ لٹریچر یعنی مواد ہمیں اپنے زیر مطالعہ رکھنا چاہیے۔ ایسی محافل و تقاریب میں جانا چاہیے جہاں صحیح الذہن اور اسلامی اطوار کے حامل افراد و خواتین اپنے پسند و ناصح سے نوازتے ہوں۔

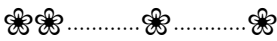
آج ہم دیکھتے ہیں کہ ہماری خوشیاں، ہماری شادیاں، ہماری سیاست و معاشرت حتیٰ کہ ہماری غمیاں بھی غیر اسلامی طور پر یقوں کا لبادہ

اوڑھے ہماری غیرت کو جھجھونے کے لیے ہماری طرف دیکھ رہی ہیں۔

زیر تبصرہ کتاب ایک عمدہ پیرائے میں ترتیب دیے گئے معاشرتی، اصلاحی، اسلامی بیداری پر مبنی مضامین کے موتیوں کی لڑی ہے۔ یہ مضامین اسلامی رنگ لیے ہوئے عام فہم اور آسان تحریر میں ڈھلے ہوئے ہیں۔ رواں دواں اردو اور بہترین جملے استعمال کیے گئے ہیں۔ اس کتاب میں عام پیش آمدہ مثالیں دے دے کر معاشرے کی اصلاح کی عمدہ کوششیں کی گئی ہیں۔ اس اصلاحی و دینی تربیت پر مبنی کتاب کا ہر گھر، ہر لائبریری، ہر طالب علم بلکہ ہر ماں باپ کے لیے پڑھنا ضروری ہے تاکہ معاشرے کی اصلاح کے لیے یہ تحریریں ہماری مدد و معاون ہو سکیں۔ یہ کتاب ہر گھر میں سبقاً پڑھی جائیں تو اور بھی بہتر ہوگا۔

کتابت و طباعت اور سفید کاغذ ہے۔ کارڈ کور استعمال کیا گیا ہے۔

دعا ہے اللہ کریم اس کتاب کو قبول عام سے نوازے اور مصنفہ کو اجر جزیل سے نوازے، آمین۔



ضرورتِ رشتہ

28 سالہ برسر روزگار نو جوان خوب صورت و سیرت تعلیم ایم۔ اے، ایم۔ ایڈ کے لیے ہم پلہ اہل حدیث خاندان سے رشتہ مطلوب ہے۔ مذہبی گھرانہ ضروری ہے ذات برادری کی قید نہیں۔

رابطہ نمبر: 0333-6697310 / شام 6 بجے سے رات 10 بجے تک [چوہدری عبید اللہ انور، تحصیل سمندری، ضلع فیصل آباد]

اطلاعات و اعلانات

درس قرآن وحدیث

۱۰ فروری ۲۰۰۷ء بروز ہفتہ بعد نماز عشاء۔ بمقام: جامع مسجد ابوذر غفاریؓ گلی نمبر ۹ حنیف پارک بادامی باغ لاہور میں سید ضیاء اللہ شاہ بخاری صاحب درس قرآن وحدیث ارشاد فرمائیں گے۔ ان شاء اللہ [قاری محمد حسن سلفی، خطیب ومدیر التعليم مسجد ہذا]

اہل حدیث کانفرنس، جام پور

جامعہ محمدیہ مرکز اہل حدیث جام پور ضلع راجن پور کی سالانہ ۲۹ ویں اہل حدیث کانفرنس مؤرخہ ۲۳، ۲۴ مارچ ۲۰۰۷ء جمعۃ المبارک، وہفتہ۔ زیر نگرانی: حضرت مولانا محمد یونس راہی صاحب، ڈپٹی سیکرٹری جنرل مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان، منعقد ہوگی۔ [محمد اسماعیل ساجد، مدیر جامعہ محمدیہ اہل حدیث، جام پور، ضلع راجن پور۔ فون: 0333-8556472]

وفیات

①..... مولانا محمد حسین ظاہری اوکاڑا کے والد محترم جمعرات مؤرخہ ۱۸ جنوری ۲۰۰۷ء کو وفات پا گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون مرحوم کی نماز جنازہ مولانا ظاہری صاحب نے پڑھائی۔ ان کی نماز جنازہ میں ان کے علاقے اور قرب وجوار کے کثیر افراد نے شرکت فرمائی۔ مرحوم نیک و صالح انسان تھے۔

②..... جماعت اہل حدیث کے بزرگ شاعر محمد سلیم ضیائی صاحب گزشتہ دنوں چک ۳۶ گ ب جھوک دادو ضلع فیصل آباد میں وفات پا گئے۔ ان کی نماز جنازہ مولانا متیق اللہ سلفی صاحب نے پڑھائی۔ احباب مرحومین کے لیے دعائے مغفرت فرمائیں۔

[امیر حمزہ حماد طور، ناظم نشر و اشاعت جمعیت اہل حدیث، گوجران والا]

انتقال پر ملال

حافظ عبدالرحمن نعیم کے بہنوئی خواجہ اکبر احمد اور کرول لاہور کے بزرگ مولانا عبداللطیف کرولوی صاحب گزشتہ دنوں انتقال فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

قارئین دونوں بزرگوں کی مغفرت کے لیے دعا فرمائیں۔
[دارالاصلاح السلفیہ، محلہ کریم بخش باغبان پورہ، لاہور۔]

پمفلٹ کی تقسیم

والدین مرحومین کے ایصالِ ثواب کے لیے ایک کتاب ”اصحاب ثلاثہ کے مقام پر شیعہ سنی اتحاد“ (بڑا سا سبز صفحات ۱۲۸، خوبصورت ٹائٹل) کی تقسیم جاری ہے۔ ڈاک خرچ کے لیے صرف دس روپے کے ڈاک ٹکٹ ارسال فرما کر مفت حاصل کریں۔ پتا خوش خط بمع پوسٹ کوڈ تحریر فرمائیں۔ شکریہ

[عبدالرحمن عزیز الہ آبادی، ادارہ امر بالمعروف، حسین خانوالہ ۸

براستہ پتوکی، ضلع قصور: P 155301]

خطیب کے ضرورت مند

ہمارے پاس ایک تجربہ کار اردو پنجابی زبان میں خطبہ جمعہ کی ذمہ داری ادا کرنے کے لیے اہل حدیث خطیب صاحب موجود ہیں، کہیں ضرورت ہو تو رابطہ کریں۔

[ابوبکر صدیق السلفی، خطیب جامع مسجد نجم اہل حدیث،

احاطہ تھانیدار مصری شاہ۔ لاہور]

مقام صحابہؓ کانفرنس

جامع مسجد قدس اہل حدیث بدو ملہی ضلع نارووال میں ۱۰ محرم الحرام ۱۴۲۸ھ ۳۰ جنوری ۲۰۰۷ء کو بعد نماز عشاء ۳۱ ویں سالانہ ”مقام صحابہؓ کانفرنس“ ہوگی۔ امتیاز احمد مجاہد ایڈووکیٹ، شہباز خطابت مولانا عبدالعزیز راشد، سید بسطین شاہ نقوی خطاب کریں گے۔

[انتظامیہ مسجد ہذا]

قرآنی رباعیات

(۱)

ہے دین محمدؐ ہی فقط دین حنیف ہے آج زمانے کو اسی کی حاجت
محفوظ کتاب اس کی ہے وہ قرآن شریف دے جو بنی آدم کو پیام وحدت
جس میں کہ صحائف گزشتہ کی طرح جو اُمت مسلمہ پہ اتری وہ کتاب
چاہے بھی تو کر سکے نہ کوئی تحریف! ناطق بالحق ہے اور امام و رحمت!

(۳)

”کی ہم نے کتاب میں تم کو عطا
ہے جو بالائے ہر شک و شبہا رکھو گے و بیگاہ اسے وردِ زبان
ہیں جس کے اوامر و نواہی بین اسلام کا یہ وہ پر فضا آنگن ہے
دکھلاتی ہے رہروں کو رستہ سیدھا!“ گلگشت کریں جس میں کہ حورانِ جنان!

(۵)

قرآن تو آپ اپنی تفسیر کرے دیتے ہیں جو صبح و شام درسِ قرآن
کر دو ہمہ تن خود کو حوالے اس کے چہروں پہ کبھی آئے نہ جن کے مسکان
اس میں نہیں کوئی لَا یَنْحُلْ عَقْدَہ اک رائی کے دانے کے برابر بھی نہیں
حل جس کا دَقَّتَین ہی میں نہ ملے! ان اہل مشیخت کے دلوں میں ایمان!